

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224686

UNIVERSAL
LIBRARY

(بعض موقوفاتی محکمہ برائے علم و ادب کے لیے جاری ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 مکتبہ اسلامیہ
 الحمد للہ والمنة لک
 مکتبہ اسلامیہ

الغزاة

ROMANIA UNIVERSITY
 COLLEGE LIBRARY

علم بیان - علم بدیع - علم عروض

پیشین خاکسار حبیب اللہ منشی فاضل مہتمم صحری کتب خانہ شیرازی بازار لاہور مولف نے
 علم عروض، علم بدیع، علم بیان، علم فاضل و مولوی فاضل و مولوی عالم وغیرہ مسائل
 و تشبیہ استعارہ و مجاز و کنایہ و سنان و بیاض و نظمی و مضمونی عروض و قافیہ حقائق اللہ
 و غیرہ درسی کتب سے جمع کر کے فارسی و عربی ضروری توضیح کے ساتھ اردو میں لکھے
 اور اسے سادہ و سلیس و مفید و مستعارہ پارہ دوم ۱۹۱۹ء

پارہ دوم بعد از اضافہ حقائق و تشبیہ استعارہ

مکتبہ اسلامیہ لاہور



اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَ الْبَيَانَ وَافْطَنَهُ لِمَا كَوَّرَ الْبَيَانَ وَانْزَلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ ذِي الْبَلَدِ الْاَحَدَةِ وَالْعَرَفَانِ وَاصْحَابِهِ الْمُتَصَفِّينَ بِقُرَّةِ الْوَجْهِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَقْرَأُ الْعِبَادَ حَبِيبِي طَالِبَانِ عِلْمٍ بِلَاغَتٍ كَيْفَ مَسْتَيَسَّرَ لِيْ بِهَا جِزِي سَيَّاسَةٌ بِشَرِّ كَرْتَلِسْ عَاكِرٌ قَوْلٍ اَنْتَ زَيْدٌ عَزَّ وَتُشْرِفُ

علم بیان

علم بیان ایسے چند اصول اور قواعد سے مراد ہے کہ جب انہیں ذہن میں مستحضر کر لیں تو ایک معنی کو کئی طریق پر ادا کر سکیں ایسی طرح کہ بعض ان طریق میں سے دلالت میں واضح اور بعض، وضع ہو۔ اور دلالت میں تقسم ہے۔ وضعی۔ نفسی۔ التزامی۔

۱۔ وضعی۔ دلالت لفظ کی اوپر تمام معنی موضوع لڑکے۔ جیسی دلالت انسان کی حیوان ناطق پر۔
۲۔ نفسی۔ دلالت لفظ کی جزو معنی موضوع لڑ پر جیسی دلالت انسان کی صرف حیوان پر۔
۳۔ التزامی۔ دلالت لفظ کی اوپر ایسے معنی کے جو حقیقت موضوع لڑ سے خارج ہو مگر اسکے لئے لازم ہو جیسی دلالت انسان کی ضاحک (ہنسنے والے) پر (۲) دلالت وضعی کو مطابقت اور دوسری دونوں کو غلبہ بھی کہتے ہیں۔

ایک لفظ کو کئی طریق پر بیان کرنا دلالت وضعی میں ممکن نہیں کیونکہ اس میں دلالت لفظ کی موضوع لڑ کے تمام معنی پر موجودگی جیسی لفظ اسد یا حارث یا غضنفر کی دلالت شیر پر یہ نہیں ہو سکتا کہ ان میں سے کسی لفظ میں شیر کے معنی وضع ہوں اور کسی میں واضح تر البتہ دلالت نفسی اور التزامی میں ممکن ہے۔ مثلاً دراز قد کو

کہا جائے طویل العنجد۔ یا جھال نواز کو کشتیر العنجد۔ (چڑھ لہا ہوا ہنسنے والے) دراز قد کو چلان کر لہا ہنسنے والے کہا جائے
مرجع علم بیان۔ اعتبار کرنا ملازمات کا معانی پر۔ پھر اگر قرینہ عدم ارادہ معنی موضوع لڑ پر دلالت کرنا

پس یہ ظاہر ہے کہ صبح چکر نہیں ہو سکتی نہ صبح کی سُرخی میں لگا ہوا ہو سکتی ہے۔ صرف خیال نے ہی
ان چیزوں کو فراہم کیا ہے۔ لہذا یہ تشبیہ خیالی ہوئی۔

امثلہ مشبہ و مشبہ بہ مد رک بعقل سے مردگی اور زندگی وین است ہر جہ گفتہ مغز آں این است و
اس میں مردگی اور زندگی مشبہ بہ ہیں اور جبل و دین بالترتیب مشبہ ہیں۔ اور یہ سب مد رک بعقل ہیں۔

اگر مشبہ مشبہ و جدان سے تعلق رکھتے ہوں تو اسے بھی تشبیہ عقلی کہیں گے۔ بھروسہ المؤمنین لذات و ذکر است
یہ شیخ شقائق را صحت مد رک است ہر اور جسے ہم پیش کرے اسے بھی تشبیہ عقلی کہتے ہیں۔

تشبیہ و تمی اور خیالی میں یہ فرق ہے کہ خیال جس مشترک سے اقتباس کرتا ہے اور قوت متخیلہ
اس کا کسوٹ صورت پہناتی ہے۔ اور ہم جس مشترک سے اقتباس نہیں کرتا بلکہ وہ خود غلاباق ہے۔ یعنی

اشیاء اویہہ کو کسوٹ صورت پہناتا ہے۔ اور خزا و دلوں (خیال و دہم) کے محسوسات سے ہیں کہ خیال نے
یو اسطر جس مشترک اس کا اقتباس کیا اور قوت متخیلہ نے اسے پیش کیا۔ پس و تم توجہ غائب پر حکم ہے

اور خیال مد رک کا تہمتی سے بخار و تہمتیں کرتا۔ اور عقل یا ناگ کا تصور کرنا و دہم کا کام ہے۔ اور اندر دیا
تہمتیں مختلف خیال کا۔ مثال و تمی سے بروئے گل و شبنم ساختہ جاؤ گے سستہ چرخ تسبیح لگاؤ

اور محاسن کو مشبہ و تمی سے ایک تہمتی ہو اور ایک عقلی جیسے سے رچوچیں محال کو کمال پانہ غلاباق و شبنم لگاؤ
یا اسے عمر پہ پہنت خرم مراد فہمیل بل نکلن ہر کوش کدنا رسید بل اور سرخہ گذری ہر شغرا دل میں رچو اور زلف

مشبہ تہمتی اور حاصل نیکو کاران تا گندہ کاراں بالترتیب مشبہ و عقلی ہیں۔ اور دوسرے شعر میں مشبہ عقلی اور مشبہ حسی۔
الغرض تشبیہ میں مشبہ و مشبہ بہ چار طرح جڑتے ہیں (۱) دونوں حسی (۲) دونوں عقلی (۳) مشبہ

حسی اور مشبہ بہ عقلی (۴) مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی۔
۴۔ پانچ لوازمات انقباض میں سے) جو مشبہ و مشبہ بہ کہ ہمیں مشبہ اور مشبہ بہ مشترک ہوں۔ یہ مشترک کہ الو

سقیقت میں ہوگا اور صفت میں افراق ہوگا یا اسکے برعکس۔ صفت میں افراق مثلاً دو بدن ایک یا ایک
چہرہ صفت مستند بکس ہوگی یا بعقل یا صفت اعتباری یا طوع فیہ یا دوار طمع یا مختلف ساتھ ایسی

چیز کہ جو محض و تمی اور تصوری ہو جو مرجع صفت کا ایک چیز ہوگی یا کئی چیزیں اور ایسے ہی مختلف یا تشبیہ

وجہ نہ ٹھہر لیتے ہیں اور خدمت کو مزہ نہ لے سکتے سمجھتے ہیں۔ اور ایسی تشبیہ سے خوش طبعی و طرافت مراد ہوتی ہے جیسے کسی سسٹ اور کمزور آدمی کو کہا جائے شیر۔ اور بخیل کو کہا جائے قاتم۔ (۱) واضح ہو کہ حق و جہت کا یہ ہے جو دونوں طرف کو شامل ہو یعنی مشتبہ اور مشتبہ بہ کو۔ اگر دونوں طرف کو شامل ہوئی تو تشبیہ فاسد ہوگی۔

۳۔ پانچ لوازمات تشبیہ میں سے (۱) غرض تشبیہ جو اکثر مشتبہ کی طرف راجع ہوتی ہے اور وہ کئی قسم ہے۔
 ۱۔ غرض تشبیہ بیان امکان مشتبہ کا ہو جہاں اسکا نہ ہونا بھی ممکن ہو۔ مثلاً فان لفق الانام وامت منهم فان المسك بعض دم الغزال۔ (۲) سے گرا ذلین آمد و بخلق شہاہ است۔ (۳) عجب شمر گل از جنس گیاه است۔
 ۲۔ غرض تشبیہ بیان حال مشتبہ کا جیسے سے تن ازد و دار و رفیقان چو دیگ بر آتش۔ (۴) دل از غوی و عزیزان چو مرغ و فضا۔
 ۳۔ غرض تشبیہ بیان مقدار حال مشتبہ کا جیسے سے مانند پنبہ دانہ کہ در پنبہ تشبیہ (۵) اجرام کو بہا است نہاں در میان۔
 ۴۔ غرض تشبیہ بحال اور شان مشتبہ کا ساتھ خاطر تشبیہ کرنا جیسے سے ہر طرف برابر است کرب۔ (۶) ہر ہیں را مقابل است یسا۔
 ۵۔ نہایت ثبات کا نظر سامع میں۔ جیسے سے ہیں وقت سخن گفتن لب شیرین و دندان شش۔
 کہ گوئی در دمان است در لعل بدخشا شش۔

۶۔ نہایت اور قبیح مشتبہ کی نظر سامع میں جیسے سے چوں کینہ شیر زبا زبیاں۔ (۷) در نجر دارند سچو خرگساں۔
 ۷۔ نازکی مشتبہ و نہایت حضور اور در ذہن۔ اور استظاف بھی اسی کو کہتے ہیں جیسے سے آتش سیال بدست در بخت۔
 ورنہ دیدستی نخواہ از ساقیا شش ساغرے۔ (۸) واضح ہو کہ استظاف تشبیہ میں دو قسم ہر ہوتا ہے۔ اول۔ یہ کہ مشتبہ ہی فی لفظہ ذہن میں نادر الحضور نہ ہو جیسے آتش سیال۔ (۹) داب منجر دے شعر میں۔ دوم۔ یہ کہ حضور مشتبہ بہ کا در حالت حضور مشتبہ کے ساتھ نہ رہے ہوگا۔ یعنی ذہن تصور مشتبہ کے وقت، اسکی طرف کمتر انتقال کرے گا۔
 الف۔ اور جہاں غرض تشبیہ کو مزین یا قبیح یا استظاف مشتبہ کا ہوگا وہاں جب تک کہ مشتبہ بہ جو چیز میں معروف تر اور کمتر ہو۔
 اب۔ اور جہاں غرض تشبیہ کو میان مقدار حال مشتبہ کا ہو یا جیسے کہ دونوں معرفت میں مساوی ہوں۔
 ج۔ اور جہاں غرض تشبیہ سے بیان امکان مشتبہ کا ہو چاہے کہ مشتبہ بہ امکانیت میں مسلم اور معروف ہو۔
 د۔ اور استظاف میں شرط ہے کہ مشتبہ بہ ذہن میں نادر الحضور ہو۔

غرض تشبیہ بھی مشتبہ بہ کی طرف بھی راجع ہوتی ہے اور وہ دو قسم ہے۔ اول۔ وجہ تشبیہ میں جزو اقصیٰ ہو

اُسے شبیہ بنالیں اور مقصود اس سے اسکی اکیلیت ہو جیسے ہر بد الصبح کائن غرتہ و وجہ الخلیفۃ حسین دوم جسکی شان کے ساتھ اہتمام رکھتے ہوں اسکو شبیہ بنالیں اور غرض تشبیہ سے یہاں بیان اہتمام کا مروجہ شان شبیہ پر کے جیسے ہر گدا از بسکہ دیدہ فحط احسان بلال عید را و اندلپ نال

یاد رکھنا چاہئے کہ تشبیہ اس جگہ ٹھیک ہوتی ہے کہ شبیہ ہر شبیہ میں شبیہ سے کاملتر اور قوی تر ہو کیونکہ جہاں دونوں برابر ہوں اُسے تشابہ کہنا چاہئے نہ کہ تشبیہ اور تشابہ میں عکس صحیح ہوتا ہے یعنی شبیہ کو شبیہ اور شبیہ کو شبیہ

نقصیم تشبیہ یا اعتبار شبیہ و شبیہ پر ۱۔ ہر دو مفرد غیر مقید جیسے رخسار کی تشبیہ بھول کے ساتھ۔ اور بہادر آدمی کی تشبیہ کے ساتھ اور علم کی نور کے ساتھ۔

۲۔ ہر دو مفرد و مقید ہوں جیسے لفظ "سعی بے فائدہ" کی تشبیہ "نقش بر آب" کے ساتھ۔

۳۔ ایک مفرد مقید اور ایک مفرد غیر مقید جیسے رخسارہ جو گلستان خنداں پر زلفین چورنگیان لایب

۴۔ ہر دو مرکب جیسے ویدہ باشی عکس خورشید آتش انگیز از بلور پر از بلوریں جام عکس سے ہماں انگینتہ

۵۔ ایک مفرد اور ایک مرکب ہو جیسے بلبلکہ چون کبک خوں گرفتہ بمقار کر ز ہمنش نال حمام بر آید

۶۔ ہر دو متعدد اور تشبیہ کی یہ قسم دو طرح پر ہوگی۔ ملفوف اور مفروق۔

(الف) ملفوف یہ کہ پہلے چند شبیہ کا ذکر کریں بعدہ چند شبیہ پر کا بطور ملفوف و نشر مرتب کے۔ جیسے

تا فتنہ زلف و شگفتہ رخ زیبا قد او پر منک سارا و گل شوری و سر د چین است (مصرع اول و دوم میں دو شبیہ لکھے)

(ب) مفروق یہ کہ اول ایک شبیہ اور ایک شبیہ پر کو ذکر کریں علی ہذا القیاس پھر اسکے مقابل ایک اور کا۔ جیسے

رویت دریا سخن خلعت چہ جان پر زلفہ بے صدف و ہن و در دال پر از کشتی چین بینائی و موج پر از طغیان غمت غمت غما

۷۔ ایک واحد اور ایک متعدد پھر اگر شبیہ واحد اور شبیہ متعدد ہو تو تشبیہ جمع کہلائی جیسے غار میں تین یا تیر یا لاکھ آدمی

یا شمع شمس یا آئینہ دلہا ستیں اور اگر شبیہ جمع اور شبیہ ہم واحد ہو تو اسکو تشبیہ نسبیہ کہیں جیسے

سے صدخ الحبيب و سحالی ہر گدا ہر گدا کا الیالی

نقصیم تشبیہ یا اعتبار شبیہ و شبیہ پر ۱۔ تشبیہ تمثیل کہ ہمیں دو چیزیں جن سے مترادف ہو شیخ عبدالغفار ہر جانی

اسرار اہل بلاغہ ہمیں کہتے ہیں التمثیل التشبیہ المنترع من امور و اذا

التشبیہ عقلیاً يقال انه يتضمن التشبیہ ولا يقال ان فيه تمثیلاً وضرر مثلاً واذ كان عقلیاً جاز طلاً
اسم التمثیل علیہ یہاں پر معلوم ہوا کہ جس تشبیہ میں وجہ تشبیہ مرکب حتی ہو اسکو تشبیہ تمثیل نہ کہنا چاہئے۔ کیونکہ
تشبیہ تمثیل وہ ہے جس میں وجہ تشبیہ مرکب عقلی ہو جیسے سہ انظر کرم زر کو تجرت ہست، خوشیہائے جہاں چون غار شربت و
اس میں وجہ تشبیہ کام ہے جو ابتدا میں عمدہ اور انجام میں خراب ہو۔ مثل غار شربت یا تھکی۔ اور مطول میں ہے کہ تمثیل
وہ تشبیہ ہے کہ جس میں وجہ تشبیہ چند چیز سے منفرع ہو۔ وہ چیزیں حتی ہوں خواہ عقلی۔

۲۔ تشبیہ غیر تمثیل۔ وہ ہے جس میں وجہ تشبیہ واحد یا متعدد ہو۔ نہ کہ مرکب ہو چند چیز سے۔ (مثالیں وجہ تشبیہ کے
ذکر میں گذر چکیں وہاں سے دیکھنی چاہئیں)۔

۳۔ تشبیہ مجمل جس میں وجہ تشبیہ مذکور نہ ہو۔ اور کوئی قسم ہے (الف) وجہ تشبیہ غیر مذکور جو باوی الرأی میں کہ کسی پر خطا
ہو جیسے تشبیہ بہاؤ کی شہ سے (اس میں وجہ تشبیہ جرات صاف ظاہر ہے، (ب) وجہ تشبیہ کسی غنی ہو کہ
سوائے خواص کے معلوم نہ ہو سکے جیسے ہم کالحلقۃ المفرد لایدری این حل فیہا یعنی وہ چند شخص خاص
آپس میں ایسے متناسب الشرف ہیں جن میں یقیناً تشکیک ہے کہ ان میں فاضل کوں ہے، اور افضل کوں ہے۔

(ج) تشبیہ و تشبیہ بہ میں سے کیہ کا وصف اس میں مذکور نہ ہو جیسے سہ از عارض در وئی لطف ای و طاف و شربت و باجم
اس مقام پر مراد آیا، وجہ تشبیہ کا نہیں رکھا گیا۔ (د) حرف تشبیہ کا ذکر کریں۔ جیسے سہ بخیر منیرش جو مہر خاند

حصر می را نشان بینی ہم (۵) وصف تشبیہ بہ کو تشبیہ ذکر کریں۔ جیسے سہ فانی شمس الملک کو لکب، اذ اطلعت

منھن کو کب (۶) تشبیہ اور تشبیہ بہ دونوں کا وصف ذکر کریں۔ جیسے سہ چاکر انت بہکہہ رزم چو خیاطا مند

گر چہ خیاطا ندیند لے ملک کشور گیر و گزیر نہ ختم تو می بمانند و کہ بہ بند بشتیر و بد و زند بہ تیر و

۴۔ تشبیہ مفصل جس میں وجہ تشبیہ یا مستلزم وجہ تشبیہ کا ذکر کریں۔ مثال اول جیسے سہ لفظ خود زحل تو چو زحل شرب یا

لزد و لم چشم تو چوں از خمار دست و مثال دوم الکلام الفصیح کا عسل و الحلاوة (اس میں وجہ تشبیہ میل طبع ہے)۔

۵۔ تشبیہ قریب بتدل اور سبب بتدل کے کئی ہیں (الف) وجہ تشبیہ واحد ہو جیسے تشبیہ نعلی کی زغال سے

سباہی میں اور تشبیہ نعل کی برف سو سفیدی میں (ب) تشبیہ بہ تشبیہ کے ساتھ نسبت قریبی رکھتا ہو مثل تشبیہ کنار کے

ساتھ سبکے (ج) یا تشبیہ بہ اکثر ذہن میں حاضر ہوش زلف کی شب یا خوب روی کی آفتاب ہے (د) ایسے ہی تشبیہ

قریب کہ وجہ شبہ اس میں اجمال یا تفصیل کی کچھ قحطی مناسبت رکھنا ہو جیسے آئینہ کو آفتاب سے روشنی یا گولائی یا تختی سے
۱۔ بعید غریب۔ اور اسباب بعد و غبت کے بھی کسی ہیں (الف) وجہ شبہ نقد و بامرتب چند چیز سے ہو جیسے
بلج اشد اپنے محل پر اٹکا ذکر ہو چکا ہے (ب) شبہ بہ کو شبہ سے نسبت بعید ہو جیسے دربار بہادر و سرنادر کے
طوطی ہی پر پید شد از بیضہ غراب (ج) شبہ بہ ذہن میں نادر ہو بسبب وہیمیات اور خیالات میں سے
سویکے مثل انیاب اغوال یا اعلام یا قوت (د) وجہ شبہ مرکب عقل ہو۔ اور وجہ شبہ جہت زیادہ انشائے
مرکب ہوگی انتہی ہی تشبیہ بعید نیز اور غریب تر ہوگی۔ وہ انشیا خواہ وہی ہوں خواہ خیالی اور عقلی۔ اور تشبیہ بلطف
وہی ہوگی جو بعید اور غریب ہو بخلاف غریب اور مبتدل کے۔ کیونکہ جو چیز بعد طلب کے حاصل ہوتی ہے وہ بنا
لذین بھی ہوتی ہے۔ پیاسے کی طرح کہ وہ سر و پانی سے زیادہ لذت پاتا ہے۔ (ه) اور کبھی تشبیہ مبتدل بھی
بباعث تصرف کے خاص غایت پیدا کرتی ہے۔ جیسے ماہی کو راہ زمر و بودقہ شری گمر و راہ زماہ بودقہ
تقسیم تشبیہ یا غیا غرض تشبیہ ۱۔ مقبول جو فائدہ غرض میں پوری ہو شبہ بہ وجہ شبہ میں
مشہور تر اور ثنائی اور مسلم الحکم ہو۔ اور بیان امکان میں نزدیک محاط کے معروف تر ہو۔

۲۔ اور تشبیہ و دو قسم ہے جو امور مذکورہ میں ناقص اور ضعیف ہو۔
تقسیم تشبیہ یا غیا آدات ۱۔ مؤکل وہ ہے جس میں آدات مذکورہ ہوں اور وہ دو قسم ہے۔
۱۔ مؤکل وہ ہے جس میں آدات مذکورہ ہوں اور وہ دو قسم ہے۔
۲۔ مؤکل وہ ہے جس میں آدات مذکورہ ہوں اور وہ دو قسم ہے۔

۱۔ مؤکل وہ ہے جس میں آدات مذکورہ ہوں اور وہ دو قسم ہے۔
۲۔ مؤکل وہ ہے جس میں آدات مذکورہ ہوں اور وہ دو قسم ہے۔
۳۔ مؤکل وہ ہے جس میں آدات مذکورہ ہوں اور وہ دو قسم ہے۔
۴۔ مؤکل وہ ہے جس میں آدات مذکورہ ہوں اور وہ دو قسم ہے۔

اور کبھی ان حروف کے علاوہ کوئی عبارت بھی لے آتے ہیں جیسے نظیر کی شیر سے بویا مرن انیں سست قافی آید
 مگر از دست گیرید کہ از کارشدم یا یہاں قصو حرف یا کو گلی ہو تشبیہ دینا ہو اور عبارت ”کو گلی آمدن“ بجائے آدات تشبیہ کو
 تشبیہ تشبیہ تشبیہ آٹھ قسم سے باہر نہیں۔ اور وہ ذیل میں مذکور ہیں۔

۱۔ مشبہ اور مشبہ بہ مذکور۔ اور آدات تشبیہ دو وجہ مشبہ محذوف۔ جیسے ”زید شیر است“۔ یعنی ”زید
 مانند شیر است در جرأت یا شجاعت“۔ یہاں حرف مانند (ادات) اور شجاعت (وجہ مشبہ) دونوں محذوف ہیں
 ۲۔ مقام استتجار (حال دریافت کرتے وقت) میں مشبہ کو بھی حذف کرتے ہیں۔ جیسے کوئی پوچھے کہ
 ”یہ کیست“ تو جواب میں کہیں ”شیر است“۔ یہاں شیر مشبہ بہ مذکور اور زید مشبہ اور وجہ مشبہ آدات
 تشبیہ محذوف ہیں۔

۳۔ صرف آدات تشبیہ کو حذف کریں جیسے ”زید شیر است در جرأت“۔ یہاں زید مشبہ اور شیر مشبہ بہ
 اور جرأت وجہ مشبہ مذکور ہیں۔ اور حرف تشبیہ یعنی مانند۔ مثل وغیرہ محذوف ہے۔

۴۔ خبر پوچھنے کے وقت مشبہ اور حرف تشبیہ کو محذوف اور مشبہ بہ وجہ مشبہ کو مذکور کریں۔
 جیسے ”شیر است در جرأت“۔

۵۔ صرف وجہ مشبہ کو حذف اور مشبہ و حرف تشبیہ کو ذکر کریں۔ جیسے ”زید مانند شیر است“
 ۶۔ مقام استتجار میں مشبہ کو بھی حذف کرتے ہیں۔ جیسے ”مانند شیر است“۔ یہاں وجہ مشبہ کے ساتھ
 زید جو مشبہ تھا وہ بھی محذوف ہے۔

۷۔ مشبہ مشبہ بہ وجہ مشبہ اور حرف تشبیہ چاروں مذکور ہوں۔ جیسے ”زید مانند شیر است در جرأت“۔

۸۔ مشبہ کو محل استتجار میں حذف کریں۔ جیسے کہ کوئی دریافت کرے ”زید کیست“ تو جواب میں کہہ جائے
 ”مانند شیر است در جرأت“۔

ان آٹھ اقسام میں سے پہلی دونوں قوی تر ہیں اور آخری دونوں ضعیف تر اور درمیانی ضعیف و قوت
 میں متوسط۔ باعث ثبوت حذف کرنا آدات اور وجہ مشبہ کا ہے اور وجہ ضعیف ذکر کرنا ایک کا۔ اور ضعیف
 ذکر کرنا ان ہر دو کا ہے۔ (وَلَا تَكُنْ مِنَ الْخَالِفِينَ)

استعارہ

استعارہ چونکہ مجازی کی ایک قسم ہے لہذا استعارہ سے پہلے غرضی ہے کہ حقیقت اور مجاز کو سمجھ لیا جائے، حقیقت وہ کلمہ ہو جو اصطلاح میں معنی موضوع لے کیلئے استعمال کیا جا۔ واسطیٰ لغوی ہو یا شرعی یا عرف عام۔ مجاز وہ کلمہ ہے جو معنی غیر موضوع لے میں استعمال کیا جائے لیکن معنی غیر موضوع لے میں استعمال کر نیکی کے لئے کوئی تفریق در حقیقت اور مجاز میں علاقہ کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر معنی حقیقی اور مجازی میں علاقہ نہ ہو تو استعمال اس لفظ کا معنی مجازی میں غلط ہوگا۔ جیسے کہ سیکڑ کہا جائے کہ ”خُذْ هَذَا الْفَرَسَ“ اور اسارہ کتاب کی طرف کیا جائے تو یہ استعمال صحیح نہیں کیونکہ اس جگہ علاقہ نہیں پایا جاتا۔

حقیقت اور مجاز ہر ایک نیاں قسم ہوتے ہیں۔ لغوی۔ شرعی۔ عرف عام۔ جیسے استعمال لفظ اسد واسطیٰ درندہ مخصوص کے حقیقت لغوی اور واسطیٰ درندہ و شجاع کے مجاز لغوی اور لفظ سلوۃ واسطیٰ عبادت مخصوص کے حقیقت شرعی ہے اور واسطیٰ دعا کے مجاز شرعی۔ اور لفظ فعل اصطلاح لغویوں میں ماضی مضارع امر وغیرہ کے لئے حقیقت عرفی خاص ہے اور واسطیٰ معنی ہرٹ کے مجاز عرفی خاص۔ یہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ مجاز کے لئے علاقہ کا ہونا ضروری ہے۔ پس علاقہ اگر تشبیہ کا ہو تو اسکو استعارہ کہیں گے۔ اور اگر علاقہ بغیر تشبیہ یعنی سببیت یا لازمہ وغیرہ کے ہو تو اسے مجاز امرسل۔

استعارہ میں اگر مشبہ متروک اور مشبہ بہ مذکور ہو تو اسکو استعارہ بالتصریح یا استعارہ صریح کہیں گے۔ جیسے ہمش مشک سانی و شکر می فروش و دو زگس کماں کش دو گل درع پوش۔ (یہاں چہرہ۔ لب۔ آنکھ اور رخسار جو مشبہ تھے متروک ہیں اور تمہ۔ فکر۔ دُرس۔ گل مشبہ بہ تھے وہ مذکور ہیں) اور اگر مشبہ بہ کو متروک اور مشبہ کو مذکور کریں تو اسکو استعارہ بالکنیہ کہیں گے۔ غرض استعارہ یہ ہے کہ مشبہ کو غیب میں مشبہ بہ ثابت کریں۔ خواہ متروک ہو یا مذکور اور مشبہ بہ کو دونوں صورتوں میں (متروک یا مذکور) استعمال نہ کہیں گے اور اس کے لفظ کو ”مستعار“ اور مشبہ کو ”مستعار لہ“۔

کذب اور استعارہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ بنا استعارہ کی تاویل پر یہ ساتھ قیام قرینہ کے اور کذب میں تاویل و قرینہ موجود نہیں ہوتا۔ (قرینہ کبھی ایک ہی چیز ہوتی ہے کبھی کئی چیزیں)۔

تقسیم استعارہ بالغیا مستعار مستعار

استعارہ باعتبار باغیا مستعار مستعار اور مستعار مستعار۔
۱۔ وفاقہ۔ وہ یکہ مستعار اور مستعار مستعار کا اجتماع۔

شخص واحد میں ممکن ہو مثل استعارہ ہدایت بجات۔ قولہ لعلی اَوْ مِنْ كَانَ مَيْتًا فَاجِيْنَاكَ اسی ہدایت مقصود و تخیل سے لفظ جیات ہے جو مستعار مستعار واقع ہوا ہے اور ہدایت و جیات کا اجتماع بھی ایک شخص میں ممکن ہے۔

۲۔ عنایہ۔ وہ یکہ اجتماع مستعار اور مستعار مستعار کا شخص واحد میں منتزع ہو جیسے کسی نیک آدمی کو جسکے آٹا جیلہ و نیاس میں باقی ہوں زندہ سے استعارہ کرنا یا جاہل کامرہ سے۔

استعارہ عنایہ کی ایک قسم یہ بھی ہے جو بطور ظرافت کے لائی جاتی ہے۔ جیسے کسی سست آدمی کو کہیں رَآیْتُ اَسْلًا۔ اور تخیل کو کہیں رَآیْتُ حَافِیًا۔

تقسیم استعارہ بالغیا و جماعیہ
۱۔ وجہ جامع مستعار مستعار اور مستعار مستعار کے مفہوم میں داخل ہے۔

جیسے لفظ قطع اس آیت میں وَقَطَعْنَاهُمْ فِي الْاَرْضِ اَمَّا۔ اور اس شعر میں سے
برسیرت لطیف نوگفتار تو گلوہ ۶ برسیرت شریف نوکر دایر تو گلوہ

۲۔ وجہ جامع مفہوم مستعار اور مستعار مستعار سے خارج ہو جیسے لفظ اسد و شجاع کے لئے کہونکہ وجہ جامع
و سبکہ جرات ہے۔ اسی طرح اس شعر میں سے کشیدہ فاسے چوں سرو سیمیں پاؤں تو زنگی بر خورش طبعیں
(اس شعر میں مستعار لفظ تو زنگی مستعار مستعار واقع ہوا ہے۔ اور وجہ جامع سیاهی ہے)۔

۳۔ وجہ جامع بادی الای میں ظاہر ہو جیسا کہ تشبیہ میں مذکور ہے مثلاً اسے ہنوزم ہندواں آتش پرستند
ہنوزم چشم چوں نرکان سمنند ۶ یہاں زلف کو سمنند اور رخسار کو آتش سے استعارہ کیا۔

۴۔ وجہ جامع ایسی مخفی ہو کہ خواص کے سوا اسکو معلوم نہ کر سکیں اسکو استعارہ غیب کہتے ہیں اور کبھی استعارہ
عامیہ مبتذلہ باعث کسی تہف کے غراوت پیدا کرتا ہے۔ جیسے۔

از فیض تو در دو کا ہوارہ ۶ دوسن و طفل شیر خوارہ۔

استعارہ لام میں نہیں بلکہ اسکی غرض متعلقہ میں ہے۔ دل را بکنار جوئے بچویم، از بار کنار جوئے شستیم (یہاں استعارہ خبریہ حرف تریس، اور مستعار لہ "دور کردن خیال یا راز دل" اور مستعار منہ "شستن دل یا زيار" درج ہو کر دار قرینہ استعارہ بتبیہ کا اس پر کہ گھی تو استعارہ ناقص کو طرف منسوب ہے کبھی مفعول کی طرف اور کبھی تجرید کی طرف مثالی منسوب بفاعل۔ لطف لعل انحال بکذا (نطق بجمال قرینہ استعارہ کا جو کہ لفظ حقیقی مستعمل نہیں ہوتا) مثال منسوب بمفعول۔ جمع الحق لنا فی امام قتل الخیل واجبا ہا للہ اما انہبت قل اور اجا کی سنا بخل اور ریاضت کے قرینہ اسکا ہے کہ لفظ قتل اور اجا یا سبکدہ بطریق استعارہ واقع ہوا ہے۔ مثال منسوب بجزر۔ فبشرہم بعدذاب الیم۔ (لفظ عذاب جو کہ مجرور ہے قرینہ ہے اس معنی پر کہ بشارت اس آیت میں بسبیل استعارہ آئی ہے بجا آئے فاذن دھم کے)۔

تقسیم استعارہ بافتخار و بدیشیج
 اور وہ تین طرح پر ہے (۱) استعارہ ملائمت۔ وہ یکہ کوئی چیز ملائمت و صفات مستعار لہ و مستعار منہ سے اس میں مذکور نہ ہو۔ جیسے شکوہ بر سر شاخ است چوں خرابہ جانال، ہفتضہ رب جویت چوں جرارہ دلیر (زلف کو عقبہ جرارہ سے استعارہ کر کے ملائمت طرفین کے ذکر نہیں کئے)۔
 ۲۔ استعارہ مجرورہ۔ وہ یکہ صرف مستعار لہ کے صفات اور ملائمت کا ذکر کریں۔ جیسے بنارخن زرہ بافت از مشکناں، در آویخت از گوشہ آفتاب (زلف کو زرہ سے استعارہ کیا اور ناخن مشکناں و آویختن ملائمت مستعار لہ میں سے ہیں)۔
 ۳۔ استعارہ مخرج۔ وہ یکہ صفات و ملائمت مستعار منہ کو ذکر کریں۔ جیسے درخشیہ گرنہ عزم مخرج است باغرا، چوں آگبر اہمہ پرتغ و جوشن است (موج آگبر کو تیغ اور جوشن کے ساتھ استعارہ کیا اور عزم و خروج ملائمت تیغ و جوشن مستعار منہ واقع ہو)۔
 اور کبھی تجرید اور ترشیج دونوں کو ایک ہی استعارہ میں جمع کر دیتے ہیں۔ جیسے برترنگہ فد صبا مشیمہ شب، طفل خونین بجا و راندازو، آفتاب کو طفل سے استعارہ کر صبا شب اور رخا و ملائمت مستعار لہ اور شیمہ خونین و ترنگ فتن ملائمت مستعار منہ واقع ہیں)۔

استعارہ میں ترشح۔ تجرید اور اطلاق سے بلیغ تر ہوتی ہے۔ کیونکہ استعارہ درہل تشبیہ میں مبالغہ دینا ہوتا ہے۔ یعنی شئیہ کو عین شئیہ بہ بنالینا۔ اسلئے اُن صفتوں کا ذکر کرنا جو ملائمت مشتبہ بہ ہوں اس مبالغہ کی تقویت کرتا ہے۔

استعارہ کبھی سبیل تشبیل بھی واقع ہوتا ہے۔ جیسے کسی متردّد شخص کو کہا جائے کہ اِنّی اَرَاک تقدّم رجلا و توخر آخری (یعنی میں تجھے ایک پاؤں لگے رکھتے دیکھتا ہوں اور دوسرے پیچھے) یا سہ خرد ز اَل تیرہ گشت الحق مرگفتا کہ با من ہم دیکھو مہتاب پیمائی بگل خورشید اندائی (چاند کو گرہ پنا اور سورج کو کچھ سے لپینا استعارہ سے کاربہودہ سے) صاحب تلخیص نے اس استعارہ کا نام مجاز مرکب لکھا ہے۔

ذکر کرنا منشیہ کا ساتھ ارادے منشیہ کے ساتھ نصب فریہ کے۔ اور وہ قرینہ استعارہ تخیلیہ ہے گا۔ اور استعارہ تخیلیہ وہ ہے کہ منشیہ مذکور کے ساتھ منشیہ بہ

محذوف سے چند چیزیں جو اسکی لوازمات ہوں ذکر کریں۔ العَرَض ذکر کرنے منشیہ اور حذف کرنے منشیہ کو ہی "استعارہ بالکنایہ" کہتے ہیں۔ اور ثابت رکھنا لازم منشیہ بہ محذوف کو واسطے منشیہ مذکور کے استعارہ تخیلیہ۔ اور بہ تین قسم پر آتا ہے (۱) جو لوازم منشیہ بہ سے مخصوص ہوں انکو منشیہ کے لئے ثابت کرنا یہ تین حالتوں سے باہر نہیں (الف) قوام منشیہ بہ کا ساتھ اُسکے ہوا (ب) یا تکمیل منشیہ بہ کی اس پر قوف ہو (ج) یا قوام اور تکمیل میں کوئی دخل نہ رکھنا ہو۔

مثال اول ج۔ فلسا ن حالی بالشکایۃ النطق (میری زبان حال شکایت کو خوبتر بیان کرتی ہے)۔ اس میں حال کو شخص منکلم سے تشبیہ دی ہے۔ یہ استعارہ بالکنایہ ہے۔ اور اثبات زبان کا جو کہ قوام منکلم کا ساتھ اُسکے ہے استعارہ تخیلیہ۔ مثال دیگر کہ علما جملہ ہر زہی لافندہ دین بریائے برکے بافندہ اس میں دین کو سیر تشبیہ دی۔ یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور پر بافتن جو حیر کا لازم مقوم ہے استعارہ تخیلیہ۔

مثال حالت دوم۔ محال المنیۃ نشبت بفلان (بچہ مرگ فلاں فلاں شخص میں گر گیا) اس میں مرگ کو زندہ سے تشبیہ دیکر زندہ کا (جو کہ منشیہ بہ ہے) ذکر نہیں کیا۔ یہ استعارہ بالکنایہ ہے۔ و رناخن (بچہ) جو کہ زندہ کے لئے مخصوص صفت موت کی واسطے ثابت کرنا استعارہ تخیلیہ ہے۔

مثال حالت سوم - زمانہ الحکم فی الید الفلان - اس میں تشبیہ حکم کی ساتھ اونٹنی کے استعارہ بالکنایہ ہے اور ثبات زمانہ کا جو کہ لازم غیر موقوفہ مشبہ بہ کا ہے واسطے مشبہ کے لانا استعارہ تخیلیہ (ایمان) ہے۔ نبات را دفرغ آشیا ز مکن، خاطرے، امحال خانہ مکن، (جان کو مرغ سے تشبیہ دی۔ یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور ثبات آشیا نہ کا جو کہ لازم غیر موقوفہ مشبہ بہ سے ہے استعارہ تخیلیہ۔

دو لفظ جو کہ معنی غیر موضوع لائیں استعمال کیا جائے اور اُس کے صیقی اور مجازی معانی کے درمیان تشبیہ کے علاوہ کوئی اور علامت ہو تشبیہ نہ ہو۔ جیسا کہ: -
فلانی دریں کار دستہ دارو (فلان شخص اس کام میں قدرت رکھتا ہے) اسجگہ علامتہ حال کا ساتھ مل کے ہے کیونکہ دستہ (دانت) محل ظہور قدرت کا ہے۔

علامتہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ فصیح سے منقول ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ سند کے لئے فصیح کے اقوال نقل کیے جائیں اور الجہانہ و ضیج بالو ضیع اللوحی (الابالوضع الشیخہ ہی کا ہی مطلب ہے۔
مجاز مرسل کے علاقوں کی بہت سے نہیں ہیں بعض کا اسجگہ ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً:-

آتشیمین با سیمین سے عشق را جو بود دل را کاں (شروع را دیدہ بود و دیں را جاں و) (مقصود بالتمثیل لفظ دیدہ ہے جو کہ معنی پاساں میں لایا گیا ہے)۔

سہ تشبیہ جو با سیمین کہ - کقولہ تعالیٰ یجعلون اصبا بعصم فی اذانہم (اپنی انگلیاں کانوں میں کر کے میرا) مراد اصابع سے (ناہل (پوئے) اصابع میں جو اصابع کی جڑ میں۔

سہ تشبیہ سبب سبب با سیم سبب سبب مثلاً دعیما العین (چرا بنیدیم سبزہ) مراد عینہ سے انگوری سبزہ اور لعلت میں عینت بارش کو کہتے ہیں جو سبزہ کے انگنے کا سبب ہے زخو گشتہ سیر جمع این است و توانا ز ندیم کو (سیر دینے سے مراد سیر ہونا ہے اور سیری غذا سے سیرری کا سبب ہے)۔

سہ تشبیہ سبب سبب با سیم سبب سبب کقولہ ہم - اضطررت السماء بانانا (آسمان نے انگوریاں برسائیں) نبات اسجگہ بارش مراد ہے جو کہ نبات (انگوری) (انگنے کا سبب ہے سرد گرم زمانہ نافروہ و گرمی بردباری) (سرد اور گرم سے مراد انقلاب ہے، اور انقلاب سبب گرمی اور سردی کا)۔

۵۔ "تسمیہ شے با سیمیکہ در زبان ماضی میں ہوتی ہے۔" کقولہ تعالیٰ: "الْوَالِدَتِیْ اَمْوَالُهُمْ (یتیموں کو ملے گا) (یتیموں کو بعد بالغ ہونیکے مال دیا جاتا ہے) باوجودیکہ اس وقت یتیم نہیں بلکہ بالغ ہوتے ہیں۔ ایضاً صمدی رحمہ اللہ پاک: "آئندہ اکیساں دواشت خاک" (جسم وجود میں آنے سے پہلے خاک تھا یا کچھ چیزیں)۔ تسمیہ شے با سیمیکہ در زبان مستقبل خواہد بود۔" کقولہ تعالیٰ: "اِنِّیْ اَرَاۤیْیَ اَعْصٰی خَمْرًا (میں خود کو شراب پھوٹتے دیکھتا ہوں) خمر سے مراد خمر و انگور ہے جو بعد میں خمر بنتا ہے۔

۶۔ "تسمیہ شے با سیم محال۔" کقولہ تعالیٰ: "فَلَیْدُعْ نَادِیْہُ (مراد اہل نادیا ہے)۔" ۷۔ "تسمیہ محل با سیم محال" او۔ کقولہ تعالیٰ: "وَمَا الَّذِیْنَ اَبِیضَتْ وُجُوہُهُمْ فِی رَحْمَةِ اللّٰہِ (مراد رحمت سے جنت ہے جو محل ہے رحمت کا)۔"

۸۔ "تسمیہ شے با سیم آلہ اس شے۔" کقولہ تعالیٰ: "وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ یَدْرِیْ فِی الْاٰخِرِیْنَ (لسان سے مراد ذکر جمیل ہے اور لسان (زبان) آلہ ہے ذکر جمیل کا) سے متوسط میان صورت و ہوش و شہ نہ زبیر سوزبان و زان شوگوش (نفس کلی عقل سے استفادہ کرتی ہے اور اجسام پر اس فائدہ کو ظاہر کرتی ہے۔ زبان آلہ ہے افادہ سخن کا اور کان آلہ ہے اس سے فائدہ حاصل کرنے کے)۔"

۹۔ "تسمیہ کئی چیز میں ترک تصریح کو کہتے ہیں۔ جیسے کنیت بکذا اذا ترکت التصریح۔ اور اصطلاح میں اس لفظ یا عبارت کو کہتے ہیں کہ جبکہ لازم معنی کا ارادہ کیا جائے۔" بیان کنایہ کا

ساتھ جواز معنی لازم کے برخلاف مجاز کے کیونکہ مجاز میں عدم ارادہ لازم کا شرط (جیسا مجاز کی بحث میں گذرا) کنایہ تین قسم ہے۔ ۱۔ مقصود کنایہ سے فقط ذات موصوف کی ہو۔ ۲۔ مطلوب کنایہ سے ایک صفت سے منجملہ صفات کے (مراد صفت سے قائم بغیر ہیں نہ کہ صفت بخوی)۔ ۳۔ فرض کنایہ سے اثبات کسی صفت ہو منجملہ صفات موصوف کے یا نفی صفت کی موصوف سے۔

۱۔ قسم اول دو طرح پر آتا ہے۔ قریب و بعید۔ قریب وہ ہے کہ ایک ایسی صفت کو بیان کیا جائے جو کسی خاص موصوف سے متعلق ہو اور مراد اس صفت سے ذات موصوف ہو جیسے آسمان کو سور آفتاب کا منیر آفتاب ہر آفتاب از کوہ گل انگشتی (جس چیز کو آفتاب نے کوہ و کان سے انگشت کیا وہ جواہر ہیں)۔

بعید وہ ہے کہ چند اوصاف کا مجموعہ میں حیث المجموع کسی موصوف سے مختص ہوں ذکر کیا جائے اور مقصود اس مجموعہ سے ذات موصوف ہو۔ جیسا کہ انسان سے کنایہ کر کے کہیں جی مستوی القامۃ علیٰ لفظا ید اوصاف فرداً فرداً تو مختص بالانسان نہیں لیکن میں حیث المجموع مختص میں انسان سے)۔

۲۔ دوسری قسم کنایہ کی وہ ہے جس سے صرف نفس صفت مطلوب ہونہ ذات موصوف۔ اور قسیمی دو طرح ہے۔ قریب و بعید۔ قریب وہ ہے کہ انتقال ذہن کا لازم سے ملزوم کی طرف بے واسطہ کے پھر اس قریب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ کنایہ اُمیں واضح ہو۔ دوسرا یہ کہ کنایہ اُمیں مخفی ہو مثال اقل طویل النجاد (جو کہ ایہ ہے طویل القامت سے)۔ مثال دوم۔ عریض القفا (کنایہ المہ سے ہے اور یہ علم قفا سے معلوم ہوتا ہے۔ بعید اس قسم سے وہ کہ انتقال لازم سے ملزوم کی طرف واسطہ سے حاصل ہو۔ جیسے مہادیو کو کشید الرواد کہتے ہیں۔ مثال دیگر بزرگی بایست دل درخاندن سر کیسہ بہ برگ گندنا بند۔

۳۔ تیسری قسم کنایہ کی جس سے غرض اثبات کسی صفت کا موصوف کے لئے یا نفی کسی صفت کی موصوف جیسے ان السامحۃ والمرفقۃ واللذی فی قبة خیرت علیٰ ابن الحشر (اردو شاعر کا اوصاف مذکورہ مدوح مثلاً بن کرنا) واضح ہے کہ کنایہ متفاوت ہوتا ہے بحسب تعریفیں بلکہ بیچ۔ فردا اشارت کے پس اگر مقصود کنایہ سے موصوف غیر مذکور ہو تو اسکو تعریفیں کہیں گے۔ جیسا کہ مسلمان کو اذیت پہنچانے والے کی تعریف میں کہا جا المسلم من سلم المسلمین من لسانہ ویدعوضہ کے معنی جانکے ہیں۔ اور تعریف میں بھی اشارہ اور طرف ہوتا ہے اور مراد کچھ اور ہی ہوتی ہے)۔

اور اگر کنایہ کنیہ الوساظ ہو۔ یعنی انتقال لازم سے ملزوم کی طرف کسی واسطہ کے ہو تو اسکو تلویح کہیں گے اور اگر کنیہ الوساظ نہ ہو مگر اسکے لازم میں نوع خفا ہو۔ جیسے علیٰ القنا تو اسکو رمز کہیں گے۔ اور اگر کنیت و ساظ اور خفا موجود نہ ہو تو اسکو ایسا اشارت کہیں گے۔ (تلویح کے معنی ہیں دور سے اشارت کرنا اور رمز کے معنی نزدیک سے اشارہ کرنا یہ سب خفا اور بالترتیب)۔

ارباب بلاغت کے نزدیک مجاز اور کنایہ حقیقت اور تقریب سے بلیغ تر ہے۔ اور استعارہ تشبیہ قوی تر۔ مجاز اور کنایہ کے بلیغ تر ہونے کی یہ وجہ کہ مجاز میں لازم سے ملزوم کی طرف انتقال کرتے ہیں۔

جیسا کہ ”آفتابے راویدم“ اور مراد معشوق ہو۔ یہ بلیغ ہے اس سے کہ کہا جائے ”معشوق راویدم“۔ کیونکہ پہلا دعویٰ بائشہادت ہے، اور دوسرا بلا شہادت۔ اور وجہ قویٰ نزہت نے استعارہ کی تشبیہ سے یہ ہے کہ وجہ تشبیہ یہ ہیں مشبہ سے اعلیٰ ہونی چاہئے۔ چنانچہ استعارہ میں مشبہ پہ کو عین مشبہ بالینہ ہیں کہ تشبیہ کا اسمیں ثابتہ نہیں رہتا۔ اور قرینہ عدم ارادہ مشبہ پہ کا استعارہ میں لازم ہے پس یہ بھی حکم دعویٰ بائشہادت کا ہوا۔ (فاخجم۔ وباللہ التوفیق)

علم بدیع

علم بدیع وہ علم ہے جس سے بطور صنائع بدائع کے محنات کلام معلوم ہوں۔ صنائع بدائع دو قسم ہیں۔ لفظی اور معنوی۔ اول بدائع معنوی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور وہ کئی ہیں :-

۱۔ صنعت طباق یا تضاد و مطابقت۔ اور وہ یہ ہے کہ دو متضاد معنی کلام میں ذکر کئے جائیں جو وہ معنی اسم ہوں یا فعل و حرف۔ یا ایک فعل اور ایک حرف وغیرہ اور یہ ایک نہیں ہو بلکہ ایک واقع ہو جائے۔ مثال اسم باسم۔ قولہ تعالیٰ **خَسِبَهُمْ اِيْقَاطًا وَهُمْ ذُقُوْا** یا **يَخْرُجُ الْحَيُّ مِنَ الْمَيِّتِ**۔ صنعت شخص براجح سحر حلال؛ و گزشتہ خواص بیت حرام؛ (ایقاط ذوق۔ حی میت۔ حلال حرام میں تضاد ہوا اور اسم اسم ہیں) مثال فعل بفعل قولہ تعالیٰ **يُحْيِي وَيُمِيتُ** و **يُخْرِجُ وَيُدْخِلُ** و **يُخْرِجُ وَيُدْخِلُ** و **يُخْرِجُ وَيُدْخِلُ** (یحيی و مییت۔ یخرج و یدخل۔ یکدیگر کے فعل ہیں اور باہمی متضاد ہیں)۔

مثال حرف بحرف قولہ تعالیٰ **لَهُمَا مَا كُتِبَتْ وَعَلَيْهَا مَا كُتِبَتْ**۔ مائنیامشود و زروبال صائر انچہ از خود بیشاری بر تو باشد و شدار؛ (آیت میں لہما کا لام اور علیہا کا علی حرف ہیں اور باہمی متضاد ہیں اور شعر میں **اَدَّوْ بَرَّ عَلٰی نَدَا الْقَبَاسِ**)۔

غماز راہو کا ایک جاذب کرنا بھی از قبیل صنعت طباق کے ہے۔ جیسے **چو باو آ آتشم تاکے گریزی**؛ نہ من خاک تو ام آتم چہ ریزی؛

مثال طباق سلی سے زمر عشق بہتر در جاں جیست؛ کہ بے او گل غنجد ابرنگر جیست؛

تدبیح بھی صنعت طباق کی ایک قسم ہے جس میں رنگ یا مع و ذم کے معنی ہوں۔ جیسے سے

زشتہ اور لعل جائے کمبیں ۴ دزر کفش زر درمے زمیں

ایہا م تضاد بھی طباق کی قسم ہے یعنی دو غیر مقابل معنوں کو دو لفظوں سے تعبیر کریں ۵

شب و لیل تو بیاباں آمد صبح میں درمن میگرم ۶ (لشان زوہ الفاظ مقصود بالذات ہیں)۔

مقابلہ بھی از قبیل صنعت طباق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دو یا زیادہ معانی کو جو باہم متفق ہوں پہلے

ذکر کریں اور بعد ازاں ان کے متقابل و متضاد کو اسی ترتیب سے لائیں سے مخالفان نومرد و چون جواب خطا

موقوفان تو موقوف چوں سوال جواب ۷ مخالف بولتی اور مرد و موقوف اور جواب سوال او خطا و جواب بن قضا و صا ۸

۲۔ صنعت مراعاة النظم یا تناسب و توفیق۔ اور وہ یہ ہے کہ کلام میں چند ایسی چیزیں جمع کریں جو باہمی نسبت

رکھتی ہوں اور یہ نسبت تضاد و تقابل کے علاوہ ہوسے چو از ناع کما گن و غتاب تیرا و پاپا شو تو دم جو ہوشم دشمن و دشمن و غتاب

ایہا م تناسب بھی بخلاف مراعاة النظم کے ہے۔ ایہا م تناسب ہے کہ دو معنوں کو دو لفظوں سے بیان کریں اور ان

دو لفظوں میں ایک لفظ دو معنی رکھتا ہو اور اسکے دوسرے معنی جو غیر مقصود ہوں لفظ اول کے معنی سے کتاب

رکھتے ہوں کقولہ تعالیٰ السَّمْسُ وَالْقَمَرُ سَبَّحَانَ وَاللَّهُمَّ وَالسَّجْدُ لَكَ (شمس و قمر اور سجود و شجر میں تناسب ہے)

دیگر سے کہے در عاشقی ہم پیشہ را چوں من نیخوابد ۹ خورم گر آب شیرینی بیادم کو کہن آید ۱۰ میں

۳۔ صنعت مشکاکہ۔ کسی چیز کو اسکے غیر موضوع لفظ سے ذکر کرنا بسبب وقوع اس چیز کے لفظ غیر کی محبت

کقولہ تعالیٰ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ أَوْ مَكْرُوءٍ مَكْرُوءٌ (اس موقع پر عذاب کو ساتھ لفظ سب سے ذکر کر کے تعبیر فرمایا)

دیگر سے لب سوال سزاوار بخیر بیشتر است ۱۱ عبت بخیر خود بخیر تیرے درویش ۱۲ (صنعت لفظ غیر سے)

۴۔ صنعت مراو جت۔ ایسے دو معنی جو شرط و جزا میں واقع ہوں اور جو معنی ادا و اقل پر مرتب ہو وہی دوسرے پر بھی

جیسے ۱۳ چوں مرا بہی شود لطفت مبتدا با عتاب ۱۴ چوں ترا بہیم شو صبرم بدل با اضطراب ۱۵

۵۔ صنعت اوصاف یا تشہیم۔ نظم یا تشہیم وہ لفظ لائیں جس سے معلوم ہوا اسکے آخر میں بھی یہی لفظ آئے گا اور یہی

مکاتبہ کہ جب پہلے اس فقرہ و شعر کا علم ہو ورنہ محال کقولہ تعالیٰ۔ مَا كَانَ اللَّهُ يُظَاهِيَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ

يُظَاهِيْنَ۔ دیگر سے چوں آستان مقیم شود بخت ۱۶ ہر کو چو بخت روئے بریں آستان نہاد ۱۷

- ۶۔ صنعت عکس یا تبیل۔ کلام میں ایک جز کو مقدم لانا پھر مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کرنا قیلاً قلیاً
 یُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ۔ دیگر حصے کے لئے ہمیشہ ہدم غم پڑ گئے دارم ہمیشہ ہدم دل پڑ گیا
 اور بسکے شکستہ باز بستم توبہ پڑا دیروہی کند زوتم توبہ پڑا دیروز بہ توبہ شکستہ ساغ پڑا ام و زب ساغ سے شکستہ توبہ پڑا
- ۷۔ صنعت رجع۔ ایک بات کہہ کر کسی نکتہ کے باعث اُس سے انکار کر کے دوسری نکتہ آمیز کلام کریں
 آسمانی۔ کے کہ ثابت رائے نبو آسمان پڑا آفتابی۔ کے کہ رائد لور نبو آفتاب (مطلوب واضح ہے)۔
- ۸۔ صنعت توریہ یا ایہام۔ اُس صنعت کو کہتے ہیں کہ کلام میں ایسا لفظ لایا جائے جس کے دو معنی ہوں یا ایک
 دوسرا تعبیر۔ اور مقصود معنی تعبیر ہوں ساتھ قرینہ خفیہ کے۔ ایہام دو قسم ہے مجرودہ اور مشحونہ۔ ایہام مجرودہ
 وہ ہے کہ مناسبات سے قریب غیر مراد کو کلام میں ذکر نہ کریں کہ قولہ تعالیٰ الرحمن علی العرش استوی (ہتلے
 سے مراد استیلا رہے اور یہ معنی تعبیر ہے)۔ ایہام مشحونہ وہ ہے کہ مناسبات سے قریب غیر مقصود کو ذکر کریں
 کہ قولہ تعالیٰ وَاللَّهُ يَبْنِيكَ هَا يَأْتِي (مراد لفظ آیت سے قدرت ہے، اور یہ معنی تعبیر ہے اور معنی قریب
 غیر مقصود اس کا یہ ہے اور لفظ بَنِيكَ اُس کے مناسب ہے)۔
- ۹۔ صنعت استخراص۔ جس لفظ کے دو معنی ہوں اس کو کلام میں لا کر ایک جگہ نوا اسکے ایک معنی مراد
 اور دوسری جگہ اس کی طرف راجع ضمیر سے دوسرے معنی۔ جیسے تابیہ بزم خویش مارا دہ آس سرو بار
 از نہال قاشق آراشد بزم امیدوار پڑا (لفظ بزم کے پہلے مقام چمنوری کے معنی ہیں اور دوسری جگہ ضمیر آس مراد ہے)
- ۱۰۔ صنعت لف و نشر۔ اول چیز کا مفصل یا مجمل ذکر کریں بعد ازاں ہر ایک کا منسوب بلا تعین یا غیر
 ایسے طریق پر کہ سامع ہر منسوب کو اُس کے صاحب کی طرف پھر اسکے۔
- لف و نشر مفصل دو قسم ہے۔ مرتب اور غیر مرتب۔ مرتب وہ ہے کہ ترتیب نشر کی مطابق ترتیب
 لف کے ہو۔ جو وہ جلال و بہر و طبع و کف۔ او پڑا برو فلک و اختر و دریا و مطر است پڑا
- لف و نشر غیر مرتب وہ ہے کہ ترتیب نشر کی ترتیب لف کے مخالف ہو۔ دل رافراغ مبدہ و ویدہ رافراغ
 ویدہ رافراغ و شان شراب صبح پڑا (ورق و ویدہ کا تعلق ویدہ سے اور رافراغ دل کا شراب صبح سے)۔
- لف و نشر مجمل۔ قولہ تعالیٰ قَالُوا لَنْ يَكُنْ خَلْقًا يُنْتَصَرُونَ كَانُوا يَلْعَنُونَ۔

سے سر بریدہ دونوں کا خامہ اوپر خیر و شر است دور و دربان اوست ۵

۱۱۔ صنعت جمع چند چیز کو ایک حکم کی تحت میں جمع کرنے کو صنعت جمع کہتے ہیں کقولہ تعالیٰ

الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا سَآءَ مَا تَرْجُونَ ۵ وقادریہ و در شیعہ و در زان ۵

۱۲۔ صنعت تفریق۔ ایک نوع کے دو کاموں میں فرق کرنا کہتے ہیں۔ سہ زین چکر آج زان ہمارے

مژدہ من کجاؤ ابر بہار ۵ ابر بہار اور مژدہ میں پانی ٹپکنے اور خون برسنے کا فرق بتایا ہے۔

۱۳۔ صنعت تقسیم۔ اول چند چیز (یا ایک چیز ذوالاجزاء) کو ذکر کریں بعد ازاں ہر جزو کو متعین کر کے

ان چیزوں سے منسوب کریں۔

(لفظ و نشر اور تقسیم میں یہ فرق ہے کہ لفظ و نشر میں تعین نہیں ہوتی اور تقسیم میں تعین ہوتی ہے)۔

ایک قسم صنعت تقسیم کی یہ بھی ہے کہ چیزوں کا حال بقید انکی مناسبات کے ذکر کریں۔ سہ

بنان اوست درخشش سنان اوست درخشش ۵ لقاے اوست و مجلس لوائے اوست و میدان

یکے اوراق رابا سہ دوم اوراق راقابض ۵ سعادت راسیم سرمایہ چارم فتح رابرمان ۵

(دست کار کو اوراق سے بیزہ کو قبض اوراق سے ملاقات کو سعادت اور علم کو فتح سے مناسبت)

ایک قسم صنعت تقسیم کی یہ بھی ہے کہ اقسام کسی چیز کو استیفا پر شمار کریں۔ سہ

پیوستہ دشمنان تو زین گوئے متمند ۵ یا کشتہ یا گریختہ یا بستہ در حصار

۵ اکنوں کرتہا دیدمت لطافہ آنراے کن ۵ تنخی گوئے بزن تیغہ بکش کارے کن

۱۴۔ صنعت جمع و تفریق۔ وہ ہے کہ چند چیز کو ایک حکم کے تحت میں داخل کریں اور بعد ازاں فرق بنائیں

سہ من و تو ما نلیم اسے شیخ ۵ تو بحراب و من بابر و شے یار (ماں کے تعلق متعلق میں مگر بحراب و بابر و شے یار

۱۵۔ صنعت جمع تقسیم۔ وہ ہے کہ اول چند چیز کو ایک حکم کے تحت میں جمع کریں بعد ازاں ہر ایک کو ایک چیز کے

ساتھ منسوب کریں۔ سہ بے تو چو شمع کردہ ام گریہ و خندہ کا خود ۵ خندہ بروز دل کم گریہ بروز کار خود ۵

۱۶۔ جمع تفریق تقسیم۔ ان تینوں کو کلام میں جمع کرنا وقت سے خالی نہیں۔ سہ

آنستین بست چوں لم تیغ دوست ۵ آں لعشقیں اس سجن شیعہ کار

آتش من ذخیرہ دو دواست : آتش اوست مایہ النوار
(مصرغ اول جمع پر مشتمل ہے اور دوسرا تفریق پر۔ اور شعر دوم تفسیر کا پتہ دیتا ہے)۔
۱۷۔ صنعت بنجرید۔ کسی وصف والی شے سے ویسی ہی دوسری شے کا انتراج کریں۔ اور اس
انتراج کا فائدہ اسکی صفت کا کمال ثابت کرنا ہو۔ جیسے لے بربائے عقل کردہ شتا و دژ
وز بد و نیک اس جہاں آگاہ : (دربائے عقل میں شتا و رسی کرنا کمال عقل کو ثابت کرتا ہے)۔
۱۸۔ مبالغہ مقبول۔ کسی چیز کو وصف کے کمال میں یا ضعف میں اُس حد تک پہنچانا کہ ایسے آئے
کوئی درجہ نہ رہے۔ اور سامع اُس حد تک کمال یا ضعف کو گمان میں نہ لائے۔

مبالغہ کے تین قسم ہیں۔ تبلیغ۔ اغراق۔ غلو۔

۱۔ تبلیغ یہ کہ اداء عائد کو راز و عقل اور عادت کے ممکن ہو۔ جہاں وارم اس راز راز و شب :
کہ باہاں بود گر آید ز لب : (یعنی جب تک جان ہے یہ راز افشا نہ کر دے گا)۔
۲۔ اغراق۔ وہ یہ کہ اداء عائد کو راز و عقل کے ممکن اور راز و عادت کے محال ہو۔

ما را بکام خویش بدید و دلش بسوخت : دشمن کہ بھیگا مبادا بکام ما :
۳۔ غلو یہ کہ اداء عائد کو راز و عقل اور عادت دونوں کے اداء عائد کو ناممکن ہو۔
واخفت اهل الشر لئلا حی انہ : لتخافك الخلف التي لم تخلق

(یہاں تک اہل شر کو ڈرا کہ نطفہ غیر مخلوق بھی ڈر گئے) نطفہ بے جان کا ڈرنا عقل اور عادت دونوں کے
خلاف ہے اور محض ناممکن۔

۱۹۔ صنعت مذہب کلامی۔ یہ کہ کلام دلیل اور برہان پر مشتمل ہو۔ اور وہ دو قسم ہے کلامی و فقیہی
مثال کلامی قوله تعالیٰ لو کان فیہما الفة الا الله لفسدا (یعنی زمین آسمان میں نہا نہ ہونا بشارت
کی دلیل ہے کہ خدا ایک ہے)۔

مثال فقیہی۔ رباعی۔ گفتم کہ زور دلی دل من نیست پدید : اندوہ بزرگ تو دروچوں گنجید :
گفتا کہ زول بدیدہ باید گریدہ خردست بدو بزرگما بتریاں دید : (یہاں ل کو بدیدہ : آنکھ سے قیاس کیا)۔

۲۰۔ صنعت حسن تعلیل کسی صفت کے لئے ایک شے کو علت ٹھہرائیں اور حقیقت وہ آتی علت نہ ہو سے
تا چشم نور بخت خون عشاق پڑ زلف تو گرفت رنگ تم پڑ (سیاہی زلف کی ثوابت ہے مگر اسکی علت بظاہر
معلوم نہیں شاعر نے کشتن عشاق کو قرار دیا ہے)

۲۱۔ تاکید المرح بالیشبہ الذم۔ وہ ہے کہ تعریف کی تاکید میں ایسے الفاظ استعمال کریں جسے بظاہر بھجو
معلوم ہو اور غور کے بعد مدح کی کمال تعریف سے وَلَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّ سُبُوحَهُمْ وَرَحْمَتُهُمْ لَمَنْ فَرَّجَ الْكَدَّ
(مدح کی دلاوری کی مدح کی گئی ہے)۔

۲۲۔ تاکید الذم بالیشبہ المرح۔ یہ کہ ذم کی تاکید میں ایسے الفاظ لائے جائیں کہ بظاہر تو ان سے
مدح پائی جائے مگر بعد غور کے بغایت مذمت ثابت ہو۔ ہمیشہ ہم تو دوسرے سے بہتر ہیں اور دوسرے ہم سے بہتر ہیں
۲۳۔ صنعت استنبال کسی شخص کی اس طریق پر مدح کی جائے کہ اُس کے بعد ایک اور مدح آجائے
بخت تو چو نام باسعادت پڑ روز تو چور و تو منور (سعادت بخت مدح اول اور سعادت نام مدح ثانی)۔
اسی طرح روز منور مدح اول اور رے منور مدح ثانی)۔

۲۴۔ صنعت ادماج وہ ہے کہ ایک کلام سے دو معنی حاصل ہوں۔ زبان کی لہجہ کی روشنی کی نمیدہ
چرخش ہو اگر کوئی زبانیں دردمان من پڑ (یعنی زبان من ہم زبان آں ہو تو ناخوش فہمیدے)۔
استنبال اور ادماج میں فرق صرف یہ ہے کہ استنبال مدح سے مخصوص ہے اور ادماج عام اور ایہام اور
ادماج میں یہ فرق ہو کہ ایہام میں کوئی لفظ دو معنی لاتے ہیں اور ادماج میں مجموعہ کلام مفید دو معنی کو ہو۔

۲۵۔ صنعت توجیہ یا تحمل الضدین۔ وہ ہے کہ کلام میں دو چیزیں موجود ہوں۔
زہر مخض است عیش شیرین پڑ خون صرف است باذہ فایم

۲۶۔ الہزل الذی میرا وہ الجذر (نصیحت) کلام تسخ سے کی جائے مگر مراد اُس سے نصیحت ہو بلکہ
از خکار عالم اندیشہ کنید پڑ اے شور کناں زما تم اندیشہ کنید
باقیہ دنیا کنید آمیزش پڑ از آتشک جہنم اندیشہ کنید

۲۷۔ پنجابل عارف۔ وہ ہے کہ جس چیز کا علم ہو کسی محنت کے سبب لاطعی ظاہر کرنا۔

(مدار اول اسم مکان، اور مدار دوم صیغہ فعل نہیں۔ اور تجنیس لفظاً ظاہر ہے حاجت بیان نہیں)۔
 ۳۔ تجنیس مرکب۔ دو تجانس لفظوں میں ایک مفرد اور ایک مرکب ہو پس اگر کتابت میں دونوں لفظ موافق ہوں تو اسکو تجنیس مرکب منشاء کہیں گے مثلاً سیدریا سوزد دل خیزاں، چو زبرد شد رشک خیزاں اور اگر کتابت میں دونوں لفظ موافق نہ ہوں تو تجنیس مرکب مفروق کہیں گے۔ مثلاً سہ لفظ ہائی و نیست ظلی تھا، جز و زلف تو دام ظلم تھا، (ظلی تھا اول کا معنی۔ ایہ تھا۔ اور ظلم ہائی ثانی بمعنی سایہ ہر دو زلف۔ اور کتابت میں غیر موافق ہیں)۔

۴۔ تجنیس مرفوع۔ ایک جزو ایک کلمہ کی اور دوسری جزو دوسرے کلمہ کی ماننے سے مجازت پیدا ہو۔
 ولا تله عن تل کار ذلک وابلکہ ۴ بد مع یضاحی الوبل حال صبابہ
 ومثل لعینک الحمام ووقعہ ۴ در وعة لقاہ ومعظم صبابہ

(لفظ مصابہ اور معظم صابہ میں تجانس ہے معظم کا میم ثانی صبابہ سے ملا کر ٹپا تو مصابہ ہوا)۔
 ۵۔ تجنیس محرف۔ دونوں تجانس الفاظ ہیئت حروف میں تو مختلف ہوں لیکن نوع عدد اور وزن میں متفق ہوں سے انکوئے توچوں باو بر شتم و رقتم پگرنے زول مدعیان رقتم و رقتم۔

۶۔ تجنیس ناقص یا زائد۔ وہ ہے کہ کلمہ کے اول یا آخر یا وسط میں کوئی حرف زائد ہو۔ مثال سے
 باشکوہ کوہ علت ابرگیاں بر جبال ۴ باوجود وجود و مست ابر خنداں بر حساب ۴ مثال زائد و زخمہ
 کفر است در طریقت الکنیدہ و شتن ۴ آمین ماست سینہ چو آئینہ و شتن ۴ مثال زائد و وسط کلمہ
 منہ ز مشرق چو کرد برق نور آتشکار ۴ خندہ ز داند رہو ابرق اور برق دار۔ اور جسکے آخر میں حرف زائد
 ہوا اسکو تجنیس مطرف بھی کہتے ہیں اور اگر آخر میں دو حرف زائد ہوں تو اسکو تجنیس مزیل کہیں گے
 کار کفار و باج از قاہرہ و خواستہ ۴ و امخ اشرا و گردا زد امغان انگختہ ۴

۷۔ تجنیس مضارع۔ الفاظ متجانس نوع حروف میں مختلف ہوں لیکن وہ حروف باقرب الخرج ہوں۔
 ۸۔ تجنیس کلمہ کے اول ہو گئے یا وسط یا آخر میں۔ مثال ہر یک بالترتیب راج ہے طے جامی از قلمت است زانی
 ۹۔ تجنیس لفظی۔ لفظ ایک ہی ہوتے ہیں در بار و طریق متناقض ۴ راہ میزدن مطرب طرح صیہ بد ساقی ۴

لیسا

۱۰۔

۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

۸۔ باطن تو حقیقت دل تست ہے، آنچیز باطن تو باطل تست ہے

۸۔ تجنیس لاحق۔ الفاظ متجانس نوع حروف میں مختلف ہوں اور ان حروف کے باہم بوجہ خارج ہونے پر حروف کلمہ کے اول ہونگے یا وسط یا آخر میں۔ مثال ہر ایک بالترتیب ہے کار تو غزو باد و بار تو حق ہے غرض تو تاج باد و فرش تو کماہ ہے در و کوسن ز غمرہ کمانہا کشیدہ ہے بر جان من زطرہ کمینہا کشاؤہ ہے تھے دل من بہت زیں بازار بیزار ہے قسم خواہی بدادار و بدیدار (فاضل طلبا با وئی تامل سمجھتے ہیں)۔

۹۔ تجنیس قلب کل۔ وہ کہ حروف کلمہ کے بالترتیب مقلوب ہوں۔ مثلاً فتح۔ حقت۔ یا تہ مرد حق را در تہ زردہ خبر ہے رام اور انمیکر و ایں مار ہے

۱۰۔ قلب بعض وہ ہے کہ حروف کلمہ بالترتیب مقلوب ہوں۔ مثلاً عورتا۔ روحا نا یا تہ اور است طریق بت شکستن ہے از آذر آرزو گستن ہے

۱۱۔ قلب منجج۔ وہ کہ دو متجانس لفظوں میں قلب ہو جو ایک مصرعہ اول میں اور دوسرے مصرعہ ثانی میں واقع ہو۔ رام شد دل باں بت طار ہے لبش انصوں گراست و زلفش مار ہے

۱۲۔ مقلوب مستوی وہ ہے کہ تمام تر حروف بیت کو قلب کرنے سے پھر وہی بیت بن جائے اور مقلوب مستوی تین طرح پڑا ہے۔ اول یہ کہ بیت کے ایک مصرعہ کے قلب کرنے سے دوسرے مصرعہ بن جائے جیسے (ارانا الالہ ہا حلالہ نارنا)۔ دوم یہ کہ قلب ایک مصرعہ سے بعینہ وہی مصرعہ حاصل ہو جیسے سے شکر تیز از دئے وزارت برکش ہے شوہرہ بلبل بلب بر مہوش ہے مستوح کہ قلب بیت سے بعینہ پورا بیت بن جائے مودتہ ندوم لکل حول ہے وھل کل مودتہ تدوم و قولہ تعالیٰ رَبَّكَ فَكَلِمَةً كُلٌّ فِیْ فَاکٍ۔ مراوے دارم۔ برآمد یارب۔

۱۳۔ تجنیس مکر یا مردوج یا مردود۔ وہ کہ دو متجانس الفاظ لے آئیں خواہ کسی قسم کی تجنیس سے ہوں۔ مثلاً میں طلب شیئا وجدًا وجدًا ومن قرع بابا ورج ورج +

۱۴۔ تجنیس خطی۔ یہ کہ دو لفظ کتابت میں ایک صورت سے لکھے جائیں۔ لفظہ تعالیٰ صُنَّ طَعْنِی وَیَسْقِیْنِ وَاذَا اَرْمَتْ فَوَیْشَقِیْنِ سے خلق او زبیر ایں سراپردہ ہے زخمہا خوردہ رحما کردہ

مقلوب یا فرقہ واقع ہو

نصاحت کو اسبجیاں کریں تو تم صراحی سے شراب ڈال کر غم غلط کرو

یوسف راست بیاد رکھوں جلوہ فروش ؛ زہد از گوشہ خلوت دل خود را باز آرد

قسم سوم سے نوع سوم۔ سے زبان رشتہ راستی است در کار؛ دہان نکتہ گیراں را یہ بندو۔

قسم سوم رد البجہ علی الصدر۔ یہ کہ جو لفظ عوض میں واقع ہو عجز میں بھی ذکر کریں۔ انہی مذکورہ بالا ہر قسم نوع کے مطابق (بہ تکرار یا بہ تجنیس یا بہ اشتقاق)

قسم سوم سے نوع اول۔ سے ومن کان بالبیض لکوا عب مغرماء؛ فما زلت بالبیض القواض مغرماء

قسم سوم سے نوع دوم۔ سے در عاشقی و دلبری لے دلبر شیریں ؛ من رنجہ چو فرما دم و نو طر فرچو شیریں۔

قسم سوم سے نوع سوم۔ سے مہاک فنندہ و منوم ظلم ؛ دولت حتی لایانام تو باد۔

قسم چہارم رد البجہ علی الصدر۔ یعنی جو لفظ ابتداء (جزو اول) مصغر ثانی میں واقع ہو وہی عجز میں بھی لایوں منموجہ بالہر قسم نوع کے مطابق (بہ تکرار یا بہ تجنیس یا بہ اشتقاق)۔

قسم چہارم سے نوع اول۔ سے من غم زہر جاں خورم اینشاں زہر نان ؛ آئے ہوم خلق بقدر ہم ہمند ؛

قسم چہارم سے نوع دوم۔ سے دل از ہوات نبرم اگر چہ کج ولی ؛ سر ز وفات نیچہ اگر چہ دروسری ؛

قسم چہارم سے نوع سوم۔ سے علی انداز بد دوراں علی انداز نیرا از خدا دوراں بتر آؤ ؛

۳۔ صنعت لزوم بالابکر۔ اس صنعت کا تعلق قافیہ سے ہے اس طرح کہ قبل حرف روی یا

اسکے حکم میں جو حرف ہوں فواصل سے ایک حرف کا التزام معین کر لیں کہ قولہ تعالیٰ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا

تَقَرَّرْ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْقَرْ۔ یہاں حرف ہ تکرار کو جو بمنزلہ روی کے ہے التزام کیا۔

اور لزوم کے قبیل سے ہے منقوط۔ غیر منقوط و رقطہ و خفقا۔

منقوط۔ جملہ حرف بیت لفظ داروں کے بخشش فہیں یعنی زین تہن ؛ جنبش غیظہ یعنی زین حشن ؛

غیر منقوط جملہ حرف بے لفظ ہوں سے محل دم کردار ؛ لدل رہوار او ؛ مہر و مراد و یک ہوارہ دار و سرور ؛

قطا۔ وہ کہ ہم ہم میں ایک حرف نقطہ دار و ایک بے نقطہ ترتیب دار لائیں۔ جیسے ۔

زلف سبہ تو جان من در دیدے ؛ لے دزد ندیدیم چو تو جاں دروی

خجھاوہ کہ ایک کلمہ منقوط اور دوسرا غیر منقوط یا ترتیب لائیں سہ علم پیش نہیں دل اور جہتیں ہمیں گل
 اور لزوم کے قبیل سے ہے منقطع اور متصل منقطع وہ کہ کتاب میں جملہ حروف الگ الگ لکھے جائیں
 پنج زود و ارم زوری آں در ہار زوہ داغ و دوم درون دل آفرہ اور متصل وہ کہ جملہ حروف لاکر لکھے جائیں
 (۱۱۰) تین تین چار چار پانچ پانچ (مثال دروزہ) ہوم کی سنت کو شب وقت نوبت کہ باشد بدیگو نہ لاغرو
 حرفہ خط خضر جود کنت مشک بہت بہت یلم لبت تنگ شکر چار زوہ بہت نعیم نعیم محبت
 بہشت خلہ نصیب محقر پنج حرفہ بلہا سخی بگفتن فصیحی بطلعت صبحی گیسو معنہ
 ۴۴ صنعت صبح - امام سکا کی کہتے ہیں کہ صبح نشریں ایسا ہے جیسا قافیہ شعر میں - صحیح نظم اور نشر
 دونوں میں آتا ہے اور وہ تین قسم ہے - مطرف - متوازی - موازنہ - صحیح مطرف یہ کہ نشر کے دو فقر و کا
 آخری کلمہ وزن (عووضی) میں مختلف اور رومی میں متفق ہو مثال نشر قولہ تعالیٰ مالک لکھ لا ترخون للہ
 وقدا خلقکم اطوارا - مثال نظم سے شیر نر وال چو برکشائے چرگ پروا مول سیکر چوشت پلنگ
 صحیح متوازی - وہ کہ نشر کے دو فقروں کا آخری کلمہ وزن اور رومی میں موافق ہو - کقولہ تعالیٰ
 ذینا سر ر فرخوۃ و اکواب مؤخوۃ - نظم سے خیر از تیغ او خراشندہ ہا سیرا بش ہم سیراب شدہ
 تر صبیح یہ کہ مصرعہ نظم یا نشر کے دونوں فقروں کے تمام الفاظ بر سبیل تقابل متحد الوزن والقوافی لائے جائیں
 جیسے فہو بطیع الایحی عجل اھ لفظہ و یقرع الاسماء بزواج و عطلہ - و ہذا فی النظم -
 صحیح موازنہ - نشر کے دو فقروں کا آخری کلمہ وزن میں متحد اور رومی میں مختلف ہو کقولہ تعالیٰ و بما رقا
 نہ مدۃ و درانی مبثوۃ - اور موازنہ نظم میں متعل نہیں کیونکہ نظم میں آخری کلمہ متعلق ہو یا غرضی جو نہیں
 تر صبیح موازنہ کی ایک قسم ہے وہ یہ کہ تمام الفاظ دو مصرعوں نظم یا دو فقروں نشر کے بر سبیل تقابل وزن
 میں متحد اور رومی میں مختلف لائے جائیں - کقولہ تعالیٰ و انیکم الکتاب المستبین و ہدیناھما
 القہر اٹ المستقیم - نشر کا نظم میں غور و حسان ثابت را جگہ و دست نشر میں زند سجان و امل قفا
 امام سکا کی نے اس نوع کو داخل تر صبیح کیا ہے لیکن در اصل اس میں اور تر صبیح میں وزن اور قافیہ دونوں کا
 اتحاد و مشروط ہے (اور اس میں اتحاد و قافیہ مفقود) -

ارو کے اشعار ذیل سے در دو غم داغ حیرت فراق اور وقت دل بل بے حوصلہ دل کا ؛
 سخن تزیلے ہے اب ہوں کس سے تجھ سوا بجز میں نگہ دل کا ؛
 ہر چار مصرعوں کے ابتدائی حروف جمع کرنے سے لفظ ”دوست“ حاصل ہوا۔ اور شعر ہر ذرہ
 مرتبہ وغیرہ بھی صنعت توشیح سے ہی ملحق ہیں۔

علم عروض

شعرا کی تعریف۔ وہ سوز و ان اور مرقعہ کلام جو شمع کے قصد سے صادر ہو بعض کے نزدیک قافیہ شعر کی تعریف میں داخل نہیں۔

علم غرض فیل ابن احمد کی ایجاد ہے جس نے عرب کے اوزان شعر کا نتیجہ کر کے پندرہ بچوں میں تقسیم کیا ہے اور یہ پندرہ بچہ صرف دس لفظوں کے سیمپیر سے مرکب ہیں۔ ان دس لفظوں کو اصول فارغان کہتے ہیں۔ اور وہ دس لفظ یہ ہیں۔ فَغُولٌ، فَأَعْلَنَ، مَفَاعِلُیْ، فَأَعْلَنْ، مُشْفِعُلُنْ، مَفَاعِلُنْ، مُتَمَّاعِلُنْ، مَشْعُوذَاتْ، فَاخْ لَا تَنْ مِنْ قَعْلُنْ -

اصول افغانیوں یا لڑکان ان تین چیزوں سے مرکب ہوتے ہیں۔ سبب۔ ذند۔ فاصلہ۔ ان تینوں میں سے ایک کی دو دوسریں حسب ذیل ہیں۔

سبب خفیف، یعنی کلمہ حریف دوم ساکن مثلاً فَاَسْبَغْتُ، یعنی کلمہ حریف اول و حریف دوم هر دو متحرک مثلاً مَسَّتْ وَتَدْمَجُوع، یعنی کلمہ حریف آخر ساکن "مَدْمُوعٌ" و تَدْمَجُوع یعنی کلمہ حریف وسط ساکن "فَاع" فاصلا به آخری، یعنی کلمہ حریف چهارم ساکن "مُتَّعًا" فاصلا به کلمه آخری، یعنی کلمه پنجم حریف ختم ساکن "

[illegible]

پہلے مصرع کے جز اول کو صدر اور جزو آخر کو عطف کہتے ہیں۔ اور دوسرے مصرع کے جز اول کو ابتدا اور جزو آخر کو عجز یا ضرب کہتے ہیں اور درمیانی اجزا کا نام حشو ہے۔

جس بحر کے ارکان میں کوئی تغیر عمل میں آئے اُسکو سالم کہتے ہیں اور جس میں تغیر ہو اُسکو مزاحف۔
دواثر مجبور واضح ہو کہ بعض بحروں کے افواجیل سے اسباب وادوا کی تقدیم و تاخیر کے ذریعہ

دوسرے بحر پیدا ہو جاتے ہیں اور اس انشکاک بحر کو باسانی سمجھانے کے لئے غلیل ابن احمد نے پانچ دائرے وضع کئے ہیں جنہیں ہم علامت تنجک اور آ علامت ساکن کی قرار دی ہے۔

- ۱۔ دائرہ مختلفہ سے بحر بیضا بحر طویل اور بحر مدیہ نکلتے ہیں۔
- ۲۔ دائرہ مؤتمقہ سے بحر کامل اور بحر دافتر نکلتے ہیں۔
- ۳۔ دائرہ متجلیہ سے بحر ہزج۔ رجز اور رمل نکلتے ہیں۔

- ۴۔ دائرہ مشتبہ سے بحر سرج۔ منسرح۔ خفیف۔ مضارع۔ منتقصب اور متجلیہ نکلتے ہیں۔
- ۵۔ دائرہ مختلفہ سے بحر مغارب اور متدارک نکلتے ہیں مثلاً بحینہ یا بحین الیٰ ورج کیا ہے۔

زحافات مذکورہ بالا سوال بحروں میں مختلف تغیرات عمل میں آتے ہیں جسے ہر بحر کی کوئی کئی قسمیں ہو جاتی ہیں۔ اس قسم کے تغیر کو زحاف کہتے ہیں۔

زحافات بہت سے ہیں مثلاً ضم۔ غلب۔ وقت۔ فتن۔ علی۔ کف۔ قرض۔ تشعیش۔ قمر۔ قطع۔ نقص۔ عقل۔ نقص۔ کف۔ شکل۔ حذف۔ اخذ۔ اصل۔ قطف۔ انزاع۔ تبیح۔ تزییل۔ جدرع۔ غب۔ خرم۔ انکم۔ انزم۔ اعصب۔ اقصم۔ اجم۔ انشر۔ اخرج۔ معاقبہ۔ مزقبہ۔ اس بحر کو مفصل کہینا بہت طویل و عریض کا کوئی مستقل سالہ ملا سکتا کریں۔ مثال کیلئے ایک زحاف کا ذکر کافی ہوگا۔

ایک زحاف کا نام ہے قمر۔ وہ یہ کہ رکن کے آخری حرف کو جو سبب کا جزو ثانی ہو حذف اور ماقبل کو ساکن کیا جائے۔ چنانچہ مفاعیلن میں مفاعیل۔ اور فاعیلن میں فاعلا۔ اور فحولن میں فحول ہو جاتا ہے۔

امثلہ بحر مزاحف بحر ہزج میں منقول "الیٰ غنچہ امید بکشا" مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

خاتمه بر دعا مناجات بدگاہ مجرب الیہ عتوا و قاضی الحاجات

کتاب مذکور مطابقت استغفار و توبه الی علم فضائل صفات و طهارت و توبه الی کتب کثیره و کتب کثیره و کتب کثیره و کتب کثیره

بادشانا! جرم ما را در گذار	ما گنہگار یم و تو آمرزگار
تو نکوکاری و مباد کرده ایم	جرم بے اندازه بچید کرده ایم
سایه در بند عصیان گشته ایم	آخر از کرده پیشیاں گشته ایم
دشماور فسق و عصیان مانده ایم	هم قرین نفس و شیطان مانده ایم
روز و شب اندر معاصی بودیم	غافل از امر و نواهی بوده ایم
بے گنہ نگذشت بر ما ساعتی	با حضوری دل نہ کردم طاعتی
بر و آمد بندہ بگر بختی	آبروئے خود ز عصیاں ریختی
مغفرت وار و امید از لطف تو	ز آنکہ خود فرمودہ لا تقنطو
بحر الطاف تو بے پایاں بود	نا امید از رحمت شیطان بود
نفس و شیطان زد و کریا راہ من	رحمت باشد شفاعت خواہ من
چشم دارم کز گنہ پاکم کنی	پیش زان کاندہی خاکم کنی

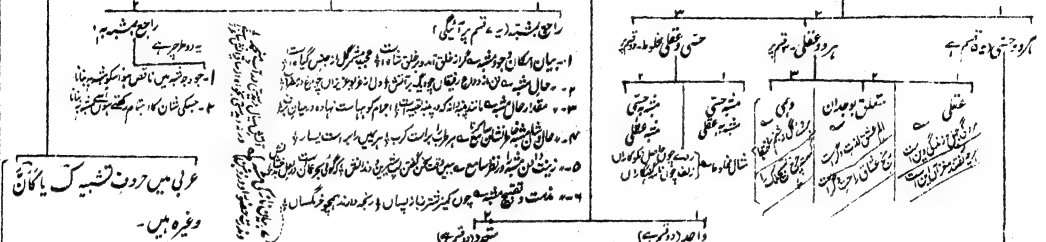
از اندر آن کز بندن جانم بری

از جهال بانور ایمانم بری

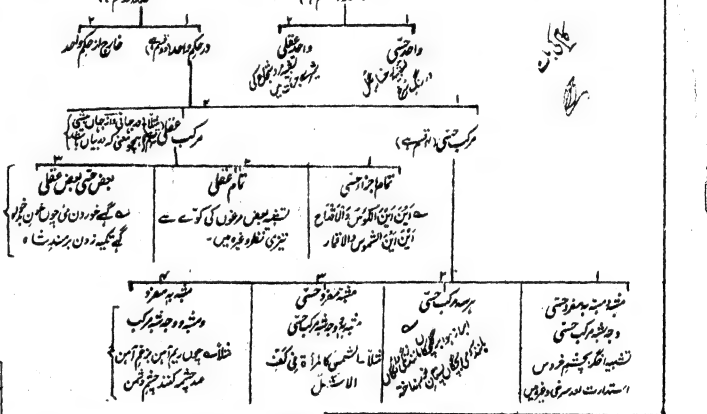
بجای دیگر و دعا و مغفرت و سعادت و توبه الی علم فضائل صفات و طهارت و توبه الی کتب کثیره و کتب کثیره و کتب کثیره و کتب کثیره

[illegible]

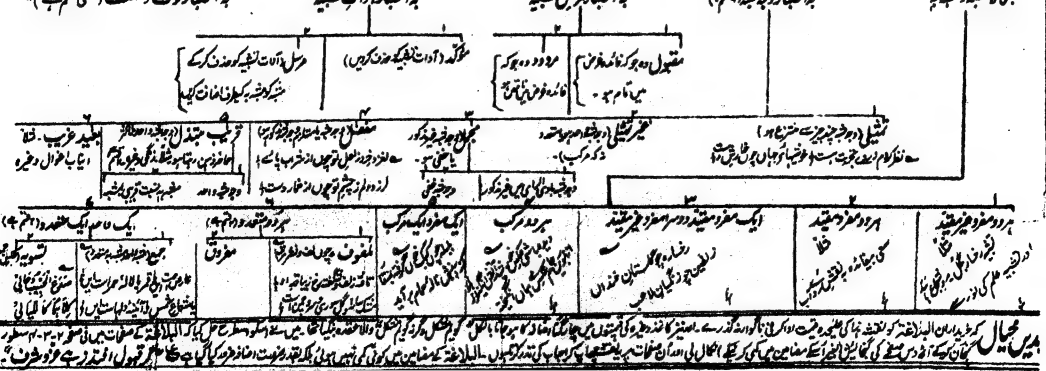
مشتبه به مشتبه به (مشتبه به مشتبه به)



اور فارسی میں آداتِ احروفِ انتہیہ
مانند چوں - برکت - بسان - گوئی - گویا -
وغیرہ - شریعہ علم ان الفاظ کے نام کے مقام بعض
جہات میں بھی الایکڑے ہیں - مثلاً ۛ
ۛ کے یا یرن ازین سست دفائی آید ۛ
گنم از دست گنید بیکہ از کار کا شندم ۛ
مقدود شریعہ سے یا کہو کا تہا ہے - اور بیکہ بول
جگائے آداتِ انتہیہ مذکور ہوا -

[illegible]

طراز پیش و پشت - طراز درخت انار - طراز آفتابگردان - طراز کدو - طراز خربزه - طراز هندوانه



اسباب تالیف و طبع البلاغۃ

جن ایام میں میرا ارادہ امتحان دینے کا ہوا ان دنوں میرا تعلق اخبار کیل اہم تر اور پیسہ اخبار لاہور سے تھا علاوہ
 فراموشی قلم نگاری کے مجھے اخبار کی بعض دیگر اہم خدمات بھی انجام دینی پڑتی تھیں غرض مطلق عدم فرصت تھا
 اور شوق امتحان کا جن ایسا سرسبز وارہو کہ چین نہ لینے دے! اور یہ توفیق ایک حد تک جانو بھی تھا کیونکہ باوجود
 شب روز علمی خدمات انجام دیتے رہنے کے بھی ابھی یونیورسٹی کی مندرجہ ذیل کئی شخص جو کو تعلیم یافتہ جماعت کی
 صف میں کھڑا کیا تھا حق نہیں رکھتا۔ عدم فرصت کے باعث میں مرکزہ کرکٹ امتحان کو نہ دیکھ سکتا تھا۔ لہذا
 پہلی مرتبہ دیکھتا اور ضروری مضامین یاد کر لیا۔ اگرچہ اس طریق سے ایک بڑا کمزوری دیکھنے میں بھی توقع سے زیادہ
 وقت صرف ہوا مگر کرکٹ کی کتب کی ورق گردانی کی حاجت نہ رہی اور معاذ خدا نے کمزوری کی جتنی پڑا امتحان پایا
 اور بزرگوں کی دعا و فضل خدا شال حال ہونے سے خلافت توقع کا بیاب بھی ہو گیا۔ وہی تو خدا اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ
 جن امیدواران امتحان کو ان مضامین متنبہ کا پتہ لگا انہوں نے نفل کر کے استفادہ کیا لیکن جو انکی نقل لینے سے معذور
 تھے انہوں نے چیلنج کیا مشورہ دیا مگر ان مضامین کو میں اس قابل نہ سمجھتا تھا لہذا ایسا کر نہیں باز رہا۔ اب جبکہ بعض
 محسنوں کے تقاضوں کی طبع پر مجبور کر دیا تب میں البلاغۃ کا اپنے فاضل و قدیم دوست مولوی محمد علیم صاحب
 انصاری روڈ لوی (منشی فاضل مؤلف و مترجم مدیدہ) کو ملا خط کیلئے دیا اور انہوں نے خیر فی الفاظ میں تمہیں کی جزا لائی
 صاحب ... سلام سنون۔ میں آپ کی کاپی علم معانی و بیان کے متعلق بھی طرح دیکھی میں یہ کہنا ضروری
 خیال کرتا ہوں کہ آپ نے مولوی عالم۔ منشی عالم۔ مولوی فاضل اور منشی فاضل جماعتوں کے طلبہ کو اس مختصر کاپی
 کے ذریعہ بڑی بڑی کتابوں کے اذکر کرنے سے بالکل مستغنی بنا دیا ہے۔ اگر وہ آپ کی کاپی البلاغۃ کو یاد کر لیں
 یا اس کے مختصر بیان کا مطالعہ کرتے ہیں تو یقیناً امتحان میں علمیان و بدل تیج اور بلاغۃ کا مذہبی کام سنیں گے
 میرا جوہر کہ مشرقی علوم کے طلبہ میں بہت سی کتب کے متعلق ایسے مفید و مختصر نوٹ یا انکی کوئی کتاب تیار ہو
 بہت کم یاد ہوتا ہے۔ وہ پوری کتاب یاد کرنے کی فضول کوشش کرتے ہیں اور پھر یہ کہ بہت کم کام کر سکتے ہیں
 آپ نے نہ صرف احسان کیا جو کہ اپنی دماغ سوزی کا نتیجہ انکو بھی بتا دینے پر ہوا بلکہ ظاہر کی اور اس کاپی البلاغۃ کو

چھوٹیکاراہ کیا ہے خداوند کریم آپ کو جزائے خیر سے اور طلبہ کو آپ کی محنت و فیاضی سے مستفید ہونے کی توفیق بخشے۔
والسلام المخلص محمد حلیم النصاری ردو لوی۔ مترجم عربی۔ نریمل لاہور۔ ۱۹۔ دسمبر ۱۹۱۱ء۔

اس کے بعد یہ مسودہ میں نے جناب میرزا محمد نذیر صاحب خوشی (مولوی فاضل و فاضلی ناضل) مؤلف کتب متعددہ) مترجم عربی دفتر پیسہ اخبار کی خدمت میں بھیجا جنہوں نے بعد ملاحظہ حسب ذیل الفاظ کے ساتھ واپس کیا :-

..... صاحب السلام علیکم میں نے آپ کا مسودہ ملاحظہ کیا "اول سے آخر تک بڑی غور سے دیکھا میرے خیال میں اس مختصر کے مضامین تشبیہ استعارہ مجاہدہ کنایہ صنائع لفظی و بدائع معنوی اور کتب کے بعد دوسری کسی کتاب کی بہت کم ضرورت باقی رہ جاتی ہے اور امیدوار امتحان کا تو اس کے زیر نظر رکھنے سے یقیناً بڑا پار ہے اگر عرض و قافیہ کے لئے بھی چیز صفحہ وقف کروں تو علم او اہل علم پر مزید احسان ہوگا والسلام (الفتح) میرزا محمد نذیر خوشی۔ مترجم عربی دفتر پیسہ اخبار۔ یکم جنوری ۱۹۱۲ء۔ سبیلے چنانچہ امیدواران امتحان کے اصرار اور دوستوں کی حوصلہ فزائی کے اعتبار پر میں نے اس کے بعد عام فائدہ طبع کرایا اور بھی اسباب طبع ہوئے۔ میرزا صاحب کایں زیادہ ممنون ہوں کہ البلاغۃ میں عرض و قافیہ انہی کے مشورہ کا نتیجہ ہے پڑ

اوان
الحمد للہ کہ میری سی مشکو دعویٰ اور محنت ٹھکانے لگی کہ البلاغۃ کو ملاحظہ فرمائیے بعد فضلاء زبان اساتذہ نے اسے نہایت پسند فرمایا اور امیدواران امتحانات کیلئے اس میں مفید تبادلات یا ان بزرگوں کی تحریریں تمیز و تہذیب کا درجہ ذیل میں

شمس العلماء اساتذہ العظماء مولوی محمد عبد الحکیم صاحب فیس و سبیل کا لکچر اور سبیل

میں نے رسالہ علم بلاغت مؤلف قاضی حبیب اللہ صاحب منشی فاضل کو مختلف مواقع سے بطور مطالعہ کیا اور سنا اس سال میں مؤلف نے علم بیان (یعنی تشبیہ و استعارہ اور مجاز و کنایہ) و علم بدائع یعنی صنائع لفظی و معنوی و بدائع معنوی و قافیہ کو بطریق اختصار بیان کیا ہے اور اختصار ایسا نہیں کہ نقل مطلب ہو بلکہ خیال سہولت طلبا محصلین ہر ایک مضمون کی مثالوں کا مل توضیح کی گئی ہے۔ میری رائے میں یہ رسالہ جو فاضل مولف کی فضیلت علمی کا کافی ثبوت ہے امیدواران امتحان منشی فاضل و مولوی فاضل وغیرہ کے لئے نہایت مفید ہے۔ فقط۔ خاکسار محمد عبد الحکیم کلا نوری۔ ۱۳۔ فروری ۱۹۱۳ء۔

شمس العلماء حضرت مولانا مفتی محمد رشید صاحب دکن پرنسپل کالج لاہور نے راجا

”میں نے رسالہ البلاغت کو دیکھا۔ میری رائے میں یہ رسالہ ان تمام باتوں کو جو کتاب مدارق البلاغت وغیرہ میں ہر قریباً حاوی ہے اسلئے میری رائے میں امیدواران امتحان منشی فاضل وغیرہ کے لئے بہ بہت زیادہ مفید اور کارآمد ہوگا اور انکی امتحانی مشکلات کو بخوبی حل کر دے گا۔ مفتی محمد عبداللہ عفی اللہ عنہ۔ ۲۴ فروری ۱۹۱۳ء۔“

جناب احمد بابا صاحب محمد دمی پرنسپل سکریٹری و صدر کمیٹی تالیف و طبع و جمال سکریٹری کمیٹی اصلاح اسلام میں مولانا

سندرجہ بالا سندہ عصر کے بعد لکھنا اگرچہ بیجا جانتے لیکن فاع عام کے لئے مفید عرض کرنا ضروری سمجھا ہوں کہ البلاغت کا سبب تالیف جو مولانا نے تحریر کیا ہے وہ نئی عربی (فداہ آتی دانی) کے پاک زبان خیر الناس میں منفع الناس کی تعمیل ہے۔ یوں تو بیت العلوم (یونیورسٹی) پنجاب ہرسال ہتھیروں کو حوالان سائنسی فاضل مولوی فاضل نے کافر خصل پڑھا لیکن علم سے خود مستفید ہونا اور دوسرے کو فائدہ پہنچانا ہر ایک کا کام ہے۔ آج کے ہر کس رسد انچہ باشد نصیب و بقول عرب النصیب نصیب ہے۔ مولوی حامی رحیم لکھا ہے کہ سر سید محمد خان علی صاحب رحمتہ اللعالمین نے غصہ کا امتحان دینے سے پہلے تو انیس بیانی کا ایک قلم لکھا تھا کہ سر سید کا وہ انتخاب ایسا سو مند ثابت ہوا کہ جو بہرہ اسکی اشاعت دینی اور بہت امیدوار کی بدولت منصف بن گئے۔

سید کا ن دوست قاضی جلیپہ صاحب کی ہدائی سے البلاغت طبع دینی کی تعمیل کا مجھے موقع ملا اور آغاز سے انجام تک میری نظر لکھنا میں نے فکرمیں نہ کیا کہ اسکا ہوں کہ البلاغت کو ازبر لکھنا اس مضمون میں کامیابی کی ضمانت ہے اور یہ دعا ہے کہ اسکا مطالعہ مناسب۔

میری ناقص رائے میں یہ رسالہ بدترین و شظیہ عثمانیہ اردو یونیورسٹی حیدرآباد و کن صابناہ اللہ عنہ و الشر و الفقر کی خاص توجہ اور علم پرور فاضلی کا مستحق ہے۔

ایک حصہ سے یہ رسالہ کیاب بلکہ دیاب ہو چلا تھا مگر سیدواران فضیلت علوم شریفہ کو مشورہ ہو کر اب کئی اضافات کے ساتھ البلاغت دوبارہ طبع ہو گیا۔ استعارہ اور تشبیہ کے دو شعبہ جو اس مرتبہ شامل البلاغت کئے گئے ہیں وہ اپنے اپنے مضمون کا آئینہ ہیں اور پرنسپل ہیں یا کسی کچھ بھی محض تکرار کا نتیجہ نہیں جو قاضی صاحب کے حکم پر غالب یا لکھنا میں بھی کمر بستہ ہے یا دیکھا جاؤں بقول شہوہ الساعی فی الخیر کا علم اس زمانہ کے معارف طبع و گرائی کا قد آور و فاضل البلاغت میں اضافہ اور داعی محنت کی نذر دانی امیدواران امتحان منشی فاضل و فاضل کی فیاض لمبی پر غور ہے۔

دستخط - احمد بابا محمد دمی لاہوری۔ ۳۰۔ اپریل ۱۹۱۵ء

المؤلف

البلاغة جب پہلی مرتبہ چھپی تھی تو اساتذہ محض شمس العلماء مولانا محمد عبدالحکیم صاحب شمس العلماء مولانا معنی محمد عبداللہ صاحب ٹوکی پروفیسر ان فارسی و عربی اور نیش گانچ لاہور کے فاضل و دیگر فضلا و کتبہ قلم ارباب تالیف و تصنیف نے بھی نہایت اُمید افزا الفاظ میں اس پر تعریف و تحسین کر لی ہیں نہ تھا کہ طبقہ فضلہ میں اسے اس قدر مقبولیت حاصل ہوگی۔ لیکن الحمد للہ کہ چھپی اور پھر دوبارہ نکل گئی اور میرے پاس ایک نسخہ بھی مکمل نہ بچ سکا۔

خاکسار مؤلف کے لئے اس سے بڑھ کر خوشی و مسرت کیا ہو سکتی ہے کہ شیخ علم و فضل بشیر اؤنٹرنل میں البلاغة پڑھی جائے اور وہاں سے لکھا ہو آئے کہ یہ فاضل طلبہ پر آپ کے کرم کا نتیجہ ہے۔ البلاغة کے اس عالمگیر مقبولیت اور ضرورت نے مجھے دوبارہ اسے چھپوانے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اس بارہ صفحوں کا مضمون اب بدورت و دو فکثوں تشبیہ و استعارہ کے اضافہ کر کے شامل کیا گیا۔ اب کیا گیا۔ جب کامیاں لکھی جا چکی تھیں تو ہمارے علم و دست بزرگ جناب احمد بابا صاحب محدومی سابق بزرگ سکریٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے بڑے شوق و ہتاک سے فرمایا کہ ”یہ کامیاں برفض نصیب میں پڑھنا ہوں“۔ بعد ازاں جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ اُنکے نام کے تحت میں صفحہ ۳۳ پر درج ہے۔ اور یہ الفاظ بالخصوص قابل ملاحظہ ہیں۔ ”میری ناقص رائے میں یہ رسالہ بہترین و فاضلین و شہداء و یونیورسٹی کے اساتذہ و کرام و مکتبہ دارین و مکتبہ دارین و مکتبہ دارین کی خاص توجہ اور علم پرور قیاضی کا مستحق ہے۔“

(مؤلف) البلاغة کی طبع اول کے وقت کا نفاذ ۲۲ فی اپریل تھا۔ اب ۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۳ء میں دوبارہ اس کے اضافہ و ترمیم کے علاوہ حصول نیا رنگ

تقاضی جلیب منشی فاضل سنی بانی لاہور۔
 ارباب فرمائش بندوبست و چاپی کے لئے کالیف ندو
 حضرت مولانا عبداللہ صاحب قادیان لاہور۔
 فی نسخہ کے حساب علاوہ حصول

